رفعتِ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تصنیفِ لطیف

شیخ الاسلام حضرت مدنی میاں دامت برکاتہم العالیہ

ناشر

مرکزی مجلسِ امامِ اعظم (رجسٹرڈ)

لاہور، پاکستان

سلسلہ مطبوعات نمبر ۴۶

بانی و سرپرست

علامہ عبد الحکیم خاں اختر شاہجہان پوری مظہری

نام کتاب ______ یا اللہ - یا محمد رفعتِ مصطفیٰ

تصنیف ______ شیخ الاسلام حضرت مدنی میاں دامت برکاتہم العالیہ

ناشر ______ مرکزی مجلسِ امامِ اعظم (رجسٹرڈ) لاہور چھاؤنی

سنِ اشاعت ______ ۱۴۱۳ھ / ۱۹۹۳ء

ضخامت ______ ۱۱۲ صفحات

تعداد ______ ایک ہزار

مطبع ______ شرکت پرنٹنگ پریس

قیمت ______ دعائے خیر بحق اراکین و معاونین

برائے ایصالِ ثواب

مناظرِ اسلام صوفی اللہ دتّہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ دسّن پورہ والے

نوٹ: بیرون جات کے شائقینِ علم -/۶ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب فرمائیں۔

ملنے کا پتہ

مرکزی مجلسِ امامِ اعظم (رجسٹرڈ)

پرویز الیکٹرک سٹور، کوڑے چوک والٹن روڈ، لاہور چھاؤنی، پوسٹ کوڈ نمبر ۵۴۸۱۰

یا اللہ   یا محمد

نعت سرور کائنات

ملی انبیاء کو وجاہت نرالی — ہے ان سب میں آقا کی عزت نرالی
مکین و مکاں جس کے گھیرے میں ہیں سب — ہے ان کی ہمہ گیر بعثت نرالی
مقامات یوں تو کئی ہیں مقدس — در مصطفیٰ کی ہے عظمت نرالی
تمنا تھی نبیوں کی ہوں اس میں شامل — وہ خیرالبشر کی ہے امت نرالی
ہے خلق محمد ہی قرآن ناطق — ہے ان کی ہر اک خو، ہر عادت نرالی
کہیں انبیاء تک بھی جب نفسی نفسی — کریں آپ اس دم شفاعت نرالی
رضائے محمد، رضائے خدا ہے — حبیب خدا کی ہے چاہت نرالی
ملا ما رمیت کا منصب ہے ان کو — خدا نے عطا کی ہے طاقت نرالی
بھکاری ہیں جس در کے شاہان عالم — ہے بعد از خدا ان کی شوکت نرالی
تھے اسریٰ کی شب مقتدی سب نرالے — عجب مقتدا تھا، امامت نرالی
ہے روح الامیں بھی اسی در کا درباں — ہے اس آستانے کی حرمت نرالی
قیامت کا دن اس لئے ہے مقرر — کسی کی دکھانی ہے عزت نرالی
دل و جاں سے تھے مصطفیٰ کے فدائی — صحابہ کی دیکھی جماعت نرالی
ہے سکہ رواں تیرا دونوں جہاں میں — ملی تجھ کو ایسی حکومت نرالی
در مصطفیٰ قبلہ دین و ایماں — ہے کعبہ کے کعبے کی رفعت نرالی
ہے خلقت اسی نور اول کا جلوہ — یہ کثرت میں جاری ہے وحدت نرالی
دعائیں ہی دیتا تھا جو دشمنوں کو — میں قربان کیسی تھی شفقت نرالی

ترا نقشِ پا سجدہ گاہ ملائک فدا تجھ پہ ہونے میں لذت نرالی
دو عالم کی سنتے ہیں فریاد آقا خدا نے عطا کی سماعت نرالی
یوں پیارے خدا کے سبھی انبیاء ہیں مگر مصطفیٰ پر ہے رحمت نرالی
رہے اہلِ دانش بھی حیران و ششدر جو دیکھی محمد کی حکمت نرالی
ارے کیوں بناتے ہو آئین کوئی ہے قرآں کتاب ہدایت نرالی
وہ شہکار ہیں دستِ قدرت کے یارو خدا نے عطا کی وہ صورت نرالی
ہوئے دشمنوں کے بھی دل موم جس سے میں قربان، ایسی تھی سیرت نرالی
کسی جگہ پر بھی نہ بھولے تھے اس کو تھی امت سے اتنی محبت نرالی
وہ دشت بھی سعد رشک جناں تھا حلیمہ کے گھر میں تھی دولت نرالی
بڑھاتے ہیں ملاؤں کو اب نبی سے یہ نجدی کو سوجھی شرارت نرالی
عبادات یوں تو سبھی ہیں مبارک درودوں میں دیکھی سعادت نرالی
لگایا تھا مازاغ کا جن میں سرمہ ان آنکھوں نے پائی بصارت نرالی

یہی عرض ہے رحمتِ دو جہاں سے
کہ ہو جائے اختر پہ رحمت نرالی

اختر شاہجہان پوری مظہری عفی عنہ
داتا کی نگری (لاہور)

خطبہ نمبر ۴

فضیلتِ رسول

قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ۝

مَنَّ عَلَيْنَا رَبُّنَا إِذْ بَعَثَ مُحَمَّدًا ۔۔ أَيَّدَهُ بِأَيْدِهِ أَيَّدَنَا بِأَحْمَدَا

أَرْسَلَهُ مُبَشِّرًا أَرْسَلَهُ مُمَجَّدًا ۔۔ صَلُّوْا عَلَيْهِ دَائِمًا صَلُّوْا عَلَيْهِ سَرْمَدًا

صرف اتنا ہی نہیں کہ غم سے رہائی مل جائے ۔۔ وہ جو مل جائے تو پھر ساری خدائی مل جائے

دور رکھتا ہے تو پھر جذب اویسی دے دو ۔۔ تاکہ مجھ کو بھی تو کچھ کیفِ جدائی مل جائے

میں یہ سمجھوں گا مجھے دولتِ کونین ملی! ۔۔ راہِ طیبہ کی اگر آبلہ پائی مل جائے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى أَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِ

بُرہان کی تعریف

ترجمہ:۔ یقیناً تمہارے پاس رب کی جانب سے برہان آگیا اور میں نے تمہاری طرف نورِ مبین کو نازل کیا۔

میں نے جس آیہ کریمہ کی تلاوت کا شرف حاصل کیا ہے اس کا سیدھا سا ترجمہ عرض کر دیا تمہارے پاس برہان آگیا۔ اہلِ علم تو خوب جانتے ہیں کہ برہان کیا چیز ہوتی ہے مگر اس کو اور بھی ہلکا کروں گا جس سے سب لوگ سمجھ سکیں کہ کس چیز کی آمد کا ذکر ہے برہان کہتے ہیں دلیل کو، حجت کو تمہارے پاس دلیل آگئی اس دلیل سے کیا مراد ہے؟ اس میں میں زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا مفسرینِ کرام ارشاد فرماتے ہیں اس آیہ کریمہ میں برہان سے مراد ہے ذاتِ گرامی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تفسیروں میں یہ الفاظ ملتے ہیں اس سے مراد ہیں سرکار مدینہ کے

معجزے۔ چاہے رسول کے معجزات لو، چاہے ذاتِ رسول لو سب کا حاصل ایک سب کا مآل ایک ہے کہ برہان ہیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ———— تو تمہارے پاس ———— دلیل آگئی، مگر پہلے دلیل نہیں آنا چاہیے، پہلے دعویٰ آنا چاہیے۔

اسلام کا دعویٰ

پہلے آدمی دعویٰ کرتا ہے، پھر دلیل دیتا ہے ایسا نہ ہو کہ دعویٰ کچھ بھی نہ ہو اور دلیل دینا شروع کر دیں تو ہمیں سوچنا ہے۔

ہمیں فیصلہ کرنا ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں کہ آخر یہ دلیل ہیں تو کس دعوے کی دلیل ہیں اس سلسلے میں میں آپ کا کوئی زیادہ وقت نہ لوں گا۔ یقین جانو کہ اسلام کا دعویٰ ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اس دعوے کی دلیل ہیں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اب یہ سوال ہرگز نہ کرنا کہ علمائے ملت اسلامیہ کیوں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ رسول ہی کو عنوان قرار دیتے ہیں ان کے پاس آؤ تو کبھی رسول کا حسن وجمال، کبھی رسول کا فضل وکمال، کبھی رسول کا جود ونوال، کبھی رسول کا جاہ وجلال الغرض ان کا مرکزِ فکر، ان کا مرکزِ بیان صرف ذات محمد رسول اللہ ہے آخر کبھی ان کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو بھی تو سمجھانا چاہیے یہ صرف رسالت کو سمجھانے کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں؟ کبھی توحید کو بھی تو سمجھانا چاہیے تو قرآن جواب دیتا ہے کہ سنو! توحید دعویٰ ہے، رسالت دلیل ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دعویٰ ہے محمد رسول اللہ دلیل ہے پہلے دلیل کو سمجھاتے ہیں، تب دعویٰ سمجھ میں آتا ہے یہ دلیل کو سمجھا رہے ہیں تاکہ دعویٰ سمجھ میں آجائے۔

بتاؤ دوستو! دلیل کیوں سمجھائی جاتی ہے؟ دلیل کا بذاتِ خود سمجھانا مقصود نہیں ہوا کرتا، مقصود یہ ہوتا ہے کہ لوگ دعویٰ کو سمجھ لیں۔

اسلام کی دلیل

الغرض دعوے کو سمجھانے کیلئے دلیل کو سمجھانے کی ضرورت ہوتی ہے اب آؤ دیکھو کہ دلیل کی جو شان ہے وہ شان ہم دیکھ رہے ہیں۔ ذات گرامی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اس کو سمجھنے کیلئے پہلے اس مثال

کو ذہن نشین فرمالیں۔ مثلاً میں اگر کوئی دعویٰ کروں تو آپ چاہیں دعویٰ کو مانیں یا نہ مانیں
ماننے کیلئے تیار ہوں فوراً یہی کہیں گے کہ دلیل دو۔ دیکھا آپ نے دعویٰ کی مخالفت فوراً
شروع نہیں کی پہلے فرمایا دلیل دو۔ میں نے جب دلیل دے دی تو کہنے لگے یہ کیسی دلیل دی
یہ تو بہت کمزور دلیل ہے یہ دلیل اس سے ٹوٹتی ہے اس میں یہ عیب ہے، اس میں یہ کمی
ہے۔ اس میں یہ نقص ہے تو دیکھو دعویٰ نہیں ماننا چاہا تو دلیل میں عیب نکالنے لگے یہی تو مزاج
ہے منکرین کا۔ دلیل کے اندر نقص تو بہت نکالتے ہیں دلیل کے اندر عیب تو بہت نکالتے ہیں یہ دلیل
کمزور ہے ہم نے دوسری دلیل دی، کہا اس میں یہ عیب۔ ہم نے تیسری دلیل دی کہا اس میں یہ کھوٹ۔ ہم نے چوتھی
دلیل دی، ہم دلیل دیئے جا رہے ہیں وہ دلیل کو بگاڑتے جا رہے ہیں معلوم یہ ہوا کہ دعویٰ
سے کوئی نہیں الجھا کرتا الجھتے ہیں تو دلیل سے الجھتے ہیں لڑتے ہیں تو دلیل سے لڑتے ہیں اسی لئے یہ
ہم دیکھتے ہیں لا الٰہ الا اللّٰہ سے کوئی کلمہ گو نہیں ٹکراتا ہوا نظر آرہا۔ بلکہ ہم دیکھ رہے ہیں جو ٹکرا رہا
ہے وہ محمد رسول اللہ سے ٹکرا رہا ہے جو الجھ رہا ہے محمد رسول اللہ سے الجھ رہا ہے ذرا یہ تو دیکھو یہ
لوگ سیرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مطالعہ کر رہے ہیں؟ یہ عیب کو تلاش کر رہے ہیں
کمی کو ڈھونڈھ رہے ہیں یہ کر رہے ہیں وہ کر رہے ہیں اس لئے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر یہ دلیل ناقص
ہو گئی تو دعویٰ بھی ناقص ہو جائے گا۔ اگر یہ دلیل ٹوٹ گئی تو دعویٰ بھی ٹوٹ جائے گا یہی بات
ہے واقعی یاد رکھنا شیطان کو بھی دعوے سے کوئی الجھن نہیں پیدا ہوئی تھی جب تک دعویٰ
اس کے کان تک تھا، اس وقت تک اسے کوئی الجھن نہیں پیدا ہوئی تھی۔ لا الٰہ الا اللّٰہ کا
منکر شیطان کبھی نہیں تھا لا الٰہ الا اللّٰہ کا منکر اگر وہ پہلے ہی سے ہوتا تو گروہ ملائکہ میں کیسے
شامل کیا جاتا لا الٰہ الا اللّٰہ کا اگر وہ پہلے ہی سے منکر ہوتا تو جنت کی ہوائیں کیسے اس تک پہنچ
سکتیں لا الٰہ الا اللّٰہ کا منکر وہ کبھی نہ تھا جب امتحان کی منزل آئی تو کہا گیا تم دعویٰ لا الٰہ الا
اللّٰہ کی دلیل محمد رسول اللہ کی روشنی میں مانتے ہو کہ نہیں۔ وہ انکار کر گیا ظاہر ہو گیا کہ
محمد رسول اللہ دلیل اور لا الٰہ الا اللّٰہ ہے دعویٰ۔ لہٰذا جو دلیل کا منکر ہوا،

وہ دعویٰ کا منکر سمجھا گیا۔ یہ بھی اچھا طریقہ ہے منوانے کا کہ دعویٰ اوپر کا ہو دلیل نیچے کی ہو اس کی وضاحت کیلئے ہم آپ کو بتائیں۔ قرآن کریم نے بھی یہی انداز اختیار کیا ہے۔ اِن کُنتُم تُحِبُّونَ اللہ فاتبعونی۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی محبت کا ادعا رکھتے ہو میری اتباع کرو، میری پیروی کرو، محبت ہو خدا سے، پیروی ہو مصطفےٰ کی یہ کیا معاملہ ہے؟ یہ کونسی منطق ہے؟ یہ کونسا فلسفہ ہے؟ اگر میں کہوں کہ مجھ سے اگر محبت رکھتے ہو تو مولانا ارشد القادری کی پیروی کرو، ان کی اطاعت کرو آپ کہیں یہ تو الٹی منطق نظر آرہی ہے ارے بات تو صحیح یہ معلوم ہوتی ہے اگر مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میری اطاعت کرو مجھ سے محبت کرتے ہو تو میری فرمانبرداری کرو مجھ سے محبت کرتے ہو تو میری بات مانو۔ یہ کیسی بات؟ محبت مجھ سے اور اتباع ان کی۔ محبت مجھ سے اور طاعت ان کی۔

ایک راز کی بات

دوستو! اس میں ایک راز کی بات ہے اگر صرف اپنی محبت تک بات رہتی یعنی اگر شیطان سے صرف اتنا ہی کہا جاتا کہ کہہ دے لا الہ الا اللہ تو اسے اس سے انکار نہ ہوتا۔ امتحان ایسا ہی لیا جاتا ہے اور اس میں سب سے بڑے راز کی بات یہ ہے کہ یہ تو ہو سکتا ہے کہ ایک شخص خدا کی محبت کا دعویٰ کرے مگر رسول کی محبت کا دعویٰ نہ کرے ایسا ہو سکتا ہے بہت ہوتا ہے زمانے میں ایسی بات ہے کہ لا الہ الا اللہ کے ماننے کا ادعا رکھے، محمد رسول اللہ کے ماننے کا ادعا نہ رکھے، مگر ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ محمد رسول اللہ کو ماننے اور خدا کو نہ مانے۔ ایسی کوئی نظیر ہی نہیں مل سکتی، ایسی کوئی مثال ہی نہیں مل سکتی۔ اسی لئے۔

دوستو! ہمارے علمائے ملت اسلامیہ بھی وقت کے نباض ہیں وہ ایسے ہی نسخے دیتے ہیں جب یہ نعرہ سنایا گیا غوث کا دامن نہیں چھوڑیں گے خواجہ کا دامن نہیں چھوڑیں گے ابھی آپ نعرہ لگاتے رہے نعرہ پیر یا دستگیر، نعرہ حیدری، یا علی۔ میں یہ سوچنے لگا کہ کیا بات ہے غوث کا دامن نہیں چھوڑیں گے خواجہ کا دامن نہیں چھوڑیں گے اسی طرح کوئی یہ کہنا چاہیے تھا، ابتدا کہ رسول کا دامن نہیں چھوڑیں گے۔ صحابہ کرام کا دامن نہیں چھوڑیں گے۔ صدیق و فاروق کا دامن نہیں چھوڑیں گے

مگر یہ آتے ہیں تو یہاں کہتے ہیں کہ غوث کا دامن نہیں چھوڑیں گے خواجہ کا دامن نہیں چھوڑیں گے تو فلسفہ حل ہو گیا کہ یہ نکتہ، یہ فلسفہ انہوں نے قرآن سے سیکھا ہے اس لئے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک خدا کی محبت کا دعویٰ کرے مگر رسول کی محبت کا دعویٰ نہ کرے مگر یہ ناممکن ہے کہ کوئی رسول کو چاہے خدا کو نہ چاہے ایسے ہی یہ ہو سکتا ہے، ایک رسول کی محبت کا دعویٰ کرے، مگر صحابہ کرام کی محبت کا دعویٰ نہ کرے یا اہل بیت سے منحرف ہو، مگر یہ ناممکن ہے کہ کوئی صحابہ اور اہل بیت کو چاہے اور رسول خدا کو نہ چاہے۔ ایسے یہ بہت ممکن ہے کہ اہل بیت اور صحابہ کی محبت کا دعویٰ کرنے والا وہ دعویٰ چاہے جھوٹا ہی سہی، ان کو مانے، مگر ائمہ مجتہدین کو نہ مانے۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ مانے۔ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ مانے۔ مگر یہ ناممکن ہے کہ ائمہ مجتہدین کو ماننے والا صحابہ و تابعین کو نہ مانے۔ ایسے ہو سکتا ہے ائمہ مجتہدین کی محبت کا دعویٰ کرنے والا غوث جیلانی کو نہ مانے۔ خواجہ اجمیری کو نہ مانے۔ ایسے سرکار لاہوری کو نہ مانے، حضرت شاہ نقشبند کو نہ مانے مگر یہ ناممکن ہے کہ ان بزرگوں کو ماننے والا امام شافعی کا گستاخ ہو۔ امام حنبل کا منکر ہو۔ امام اعظم کو نہ مانے۔ معلوم یہ ہوا کہ اگر ہم اوپر سے سلسلہ چلائیں گے تو نہ جانے آپ کہاں ٹھہر جائیں لہٰذا نیچے سے چلاؤ کہ ایک ایسا دامن پکڑا دو کہ سارے دامن ہاتھ میں آ جائیں۔ ظاہر ہو گیا کہ دعویٰ کو نہ ماننے والا اس کی دلیل ہی میں الجھا کرتا ہے۔

محمد رسول اللہ کس کی دلیل ہیں

مگر ایک بات سنو۔ ہر شخص کا علم برابر نہیں ہوتا ہے۔ میں نے ایک دلیل دی، توڑ دیا علامہ ارشد القادری صاحب نے اور مولانا ارشد القادری نے دلیل دی، ان کے استاد نے توڑ دیا۔ دلیل کمزور رہی۔ استاد نے دلیل دی تو ان کے استاد نے توڑ دیا معلوم ہوا کہ جب علم بڑھتا جاتا ہے تو دلیل کے اندر نقص پیدا کرنے کی بھی صلاحیت پیدا ہوتی جاتی ہے تو ہمیں دیکھنا ہے کہ محمد رسول اللہ جو لا الٰہ الا اللہ کی دلیل ہیں، یہ دلیل کس نے دی ہے؟ یہ بو علی سینا کی دلیل ہے؟ یہ ارسطو کی دلیل ہے؟ یہ فارابی کی دلیل ہے؟ یہ سقراطیس کی دلیل ہیں؟ یہ افلاطون کی دلیل ہے؟

یہ سقراط و بقراط کی دلیل ہے؟ اگر یہ بقراط کی دلیل ہے تو امکان ہے کہ سقراط توڑ دے اگر یہ شیخ بوعلی سینا کی دلیل ہے تو ممکن ہے ارسطو توڑ دے اگر یہ ارسطو کی دلیل ہے تو ہو سکتا ہے افلاطون توڑ دے اور اگر یہ افلاطون کی دلیل ہے تو ممکن ہے جالینوس توڑ دے ہمیں دیکھنا ہے کہ یہ دلیل کس کی ہے تو قرآن کہتا ہے سنو بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ یہ تمہارے رب کی دلیل ہے اب اس کو توڑنے کیلئے یا تو رب کے برابر علم لے آؤ یا رب سے بڑھ کر علم لے آؤ اور جب دونوں چیزیں محال ہیں تو اس کے اندر عیب کا ہونا بھی محال ہے اس کے اندر نقص کا پایا جانا بھی محال ہے اس لیے کہ ایسے ویسے کی دلیل نہیں، رب کی دلیل ہے اور یہ بھی تو غور کرو اگر دلیل ٹوٹے گی تو دلیل کا کیا ہوگا؟ یہ تو دلیل دینے والے کے ناموس کا سوال ہے دلیل دینے والے کی بات کا سوال ہے دلیل ہم نے دی، دلیل ٹوٹ گئی۔ دلیل کا کیا ہوا؟ جو کچھ ہوا دلیل دینے والا کا ہوا لہٰذا ہم کوشش کرتے ہیں کہ ہماری دلیل ٹوٹنے نہ پائے ہم اپنی کوشش میں ناکام تو ہو سکتے ہیں۔ بتاؤ اگر قادر مطلق یہ چاہے کہ اس کی دلیل ٹوٹنے نہ پائے تو کون توڑ سکے گا جسے خدا سنوارے اسے کون بگاڑ سکتا ہے

اچھی طرح سمجھ لو، یہ بوعلی سینا کی دلیل نہیں ہیں، یہ ارسطو کی دلیل نہیں ہیں یہ افلاطون و دیمقراطیس کی دلیل نہیں ہیں بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ یہ تمہارے رب کی دلیل ہیں تم بگاڑنے کی کوشش کرو گے، نہیں بگاڑ سکو گے تمہارا مقدر تو بگڑ سکتا ہے، مگر یہ دلیل نہیں بگڑ سکتی اس کو بنانے والے نے ایسا بنا دیا ہے اس کو سنوارنے والے نے ایسا سنوار دیا ہے کہ کوئی بگاڑ نہیں سکتا۔ مگر دوستو یہ دیکھو، دیکھنے والے بھی عجیب نظر سے دیکھتے ہیں۔ دیکھنے کا عجیب زاویہ بنا رکھا ہے اس دلیل کو اس حیثیت سے نہیں دیکھ رہے ہیں کہ یہ لا الٰہ الا اللہ کی دلیل ہیں۔ بلکہ اس حیثیت سے دیکھ رہے ہیں کہ یہ چلتا پھرتا ہے، کھاتا پیتا ہے، سوتا جاگتا ہے اٹھتا بیٹھتا ہے۔

غور سے دیکھو، کیا عقل و دانائی کا دیوالیہ نہیں ہے کہ قرآنِ کریم میں چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیاتِ کریمہ ہیں، مگر انہیں جناب کو صرف ایک ہی آیۂ کریمہ یاد رہی ارے میں نہیں کہتا ہوں کہ یہ آیت نہیں۔ اس کے ہر گوشے پر ہمارا ایمان ہے اس کے ہر نقطے پر ہمارا ایمان ہے اس کے ایک

ایک زیر وزبر پر ہمارا ایمان ہے، مگر یاد کرنے والے کے ذوق کا تو پتہ چلتا ہے کہ اس کا انتخاب کیا ہے وہ سمجھ نہیں رہا ہے بے سمجھے یاد کئے ہوئے ہے آیت کریمہ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ۔ یہ یاد نہیں ہے وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ یہ یاد نہیں ہے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۔ یہ یاد نہیں ہے وَمَا هُوَ عَلَى الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ یہ یاد نہیں ہے، کچھ بھی یاد نہیں ہے۔

تمہاری طرح بشر

اگر یاد ہے تو کیا یاد ہے قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اور یہ بھی دیکھو ہر سائنز کے لوگوں کو یہی یاد۔ هٰكَذَا هٰكَذَا ۔ معلوم ہوتا ہے کہ جتنا نصاب تعلیم ہے اس میں صرف یہی آیت سمجھائی جاتی ہے پھر بھی تو سمجھ لیتے، تو کام بن جاتا اس پر بھی تو سمجھ نہیں پاتے ایسے موقع پر آپ کے ذہن میں جو شبہات ابھر سکتے ہیں اس کو خود اپنی طرف سے بیان کر کے کوشش کرتا ہوں کہ وہ رفع ہو جائیں۔ دیکھو قرآن شریف کی جس آیت کریمہ کی تلاوت کا میں نے ابھی شرف حاصل کیا ہے۔ قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۔ اس کا سیدھا سا ترجمہ عرض کروں گا۔ اپنی طرف سے کوئی ایسی بات نہ کہوں گا کہ کوئی کہے کہ ترجمے میں اپنی طرف سے لفظ بڑھا دیا ہے۔

اچھا ترجمہ سنو! اے محبوب کہہ دو کہ میں تمہاری طرح بشر ہوں۔ کتنا سیدھا ترجمہ ہے کتنا واضح ترجمہ ہے مگر ایک بات میں پوچھوں گا آپ سے ایک سوال میں کروں گا آپ کے ایمان سے، آپ کے شعور سے، آپ کے دین سے، آپ کی دیانت سے، آپ تفسیروں کی روشنی میں بتائیں کہ قُل کے مخاطب کون ہیں؟ رسول کریم۔ ان سے کہہ دیں، صدیق اکبر سے جواب دو گے نہیں۔ فاروق اعظم سے کہو گے نہیں، ان سے بھی نہیں۔ عثمان غنی سے نہیں، علی مرتضیٰ سے نہیں سلمان فارسی سے نہیں، صہیب رومی سے نہیں، بلال حبشی سے نہیں اے محبوب! ان سے مت کہو، ان سے کہو یہ قل کے مخاطب کون ہیں؟ اے رسول! ان کو یعنی کافروں کو مخاطب بنا کے کہو اس میں کچھ مصلحت ہے، اس میں کوئی حکمت ہے اس حکمت کی طرف آپ کے ذہن کو

ابھی نہیں لے جانا چاہتا۔

الغرض اے محبوب! ان سے کہو ان سے مت کہو، جو دامن میں آ گئے ہیں ان سے نہ کہو ان سے کہو جو بچھڑے ہوئے ہیں بگڑے ہوئے ہیں۔ ذرا غور کرو مشرکین سے کہو کفار سے کہو کہ میں تمہاری طرح بشر ہوں میں یہ پوچھتا ہوں کہ قل کے مخاطب جب کفار و مشرکین ہیں۔ خطاب جب کفار و مشرکین سے کیا گیا ہے تو اب اگر کوئی یہ کہے کہ اس قُل کے مخاطب ہم ہیں تو وہ اسی گروہ میں ہوگا جو اس آیت کے لفظ کُم کے مخاطب تھے ان سے یعنی مومنین سے جب کہا نہیں گیا تو یہ مخاطب کیسے ہو سکتے ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ کہا گیا تھا اے محبوب تم کہو اور یہ کہنے لگے۔ ان سے کب کہا گیا تھا کہ تم کہو۔

اور جب قُل کے مخاطب کفار تھے تو اب جو کہے کہ قل کے مخاطب ہم ہیں ہم اس آیت کے مخاطب ہیں، وہ یقیناً ایمان والوں کے دائرے سے نکل کر انہیں میں پہنچتے ہیں جو مخاطب تھے چاہے سمجھ کے پہنچے، چاہے بے سمجھے پہنچے۔ ایک سوال میں تمہارے ایمان سے کرتا ہوں۔ اچھا سنو جی! ابوجہل کو مخاطب بنایا، ابولہب کو مخاطب بنایا۔ عقبہ بن ابی معیط کو مخاطب بنایا ولید ابن مغیرہ کو مخاطب بنایا۔ بنایا نا مخاطب۔ اب کیا تم ابوجہل کو یہ حق دینے کو تیار ہو کہ تمہارے رسول کو اپنے جیسا کہے۔ کیا تم عتبہ و شیبہ کو یہ حق دینے کیلئے تیار ہو کہ وہ کہے اے مسلمانو! تمہارا رسول ہماری طرح ہے ہم تمہارے رسول کی طرح۔ دیکھو تمہارا قرآن ہمیں سے خطاب کر رہا ہے۔ ہمیں کو مخاطب بنا رہا ہے ہم کو پورا حق ہو گیا ہے کہ ہم تمہارے رسول کو اپنی طرح کہیں اور اپنے کو تمہارے رسول کی طرح کہیں کیا حق دے رہے ہو تم انہیں دو گے ابوجہل کو یہ حق دو گے ابولہب کو یہ حق یقیناً تم یہی کہو گے ہم انہیں ہرگز حق نہ دیں گے تو یہ کیسے غضب کی بات ہے جن کو مخاطب بنایا گیا۔ ان کو حق نہیں دے رہے ہو اور پھر جن کو مخاطب بھی نہ بنایا گیا، ان کو کیسے حق مل گیا۔

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں :: خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا۔

بشر نہ ماننے والا کافر

تم آئے ہو سمجھنے کیلئے ایک بات اچھی طرح سمجھ لو یہ ہمارا اسٹیج ذمہ دار اسٹیج ہے۔ ہم پر افترا اور بہتان رکھا جاتا ہے کہ ہم نبی کو انسان نہیں مانتے، ہم نبی کو بشر نہیں مانتے تو میں پورے دعوے کے ساتھ اطمینان و الیقان کی منزل سے کہتا ہوں کہ دیکھو جہاں تک ماننے کا سوال ہے نبی کو جو بشر نہ مانے، انسان جو نہ مانے وہ کافر ہے۔ اب اس سے زیادہ کون سی بات کہی جا سکتی ہے۔ سوال یہ نہیں ہے۔ کہ نبی انسان ہیں کہ نہیں۔ سوال تو اس وقت اٹھتا ہے جب تم کہتے ہو ہمارے جیسے ہیں تو جی چاہتا ہے آئینہ دکھا دیا جائے، پہلے اپنے کو تو دیکھو۔

مگر ایک بات اور بھی کہوں گا دوستو! ایک بات اچھی طرح سے اور سمجھ لو کہ جہاں تک نبی کے بشر ہونے کا سوال ہے، نبی بشر ہیں یہ ہمارے عقیدے کی بات ہے یہ ہمارے ایمان کی بات ہے، مگر نا سمجھ لینا کہ ہر سچی بات کہی نہیں جاتی۔ کہنے کیلئے یہ نہ کہو کہ سچی بات ہے تو کہنے میں کیا جرم ہے؟ سوچی میں اس کو مسائل فقہیہ سے قرآن کریم کی آیات سے اور روزمرہ کے محاورات سے سمجھانے کی کوشش کروں گا۔ دیکھو میرا رب تبارک وتعالیٰ قادرِ مطلق ساری کائنات کا مالک ذرے ذرے کا مالک، گوشے گوشے کا مالک، پتے پتے کا مالک، قطرے قطرے کا مالک، دریا دریا کا مالک، محفل محفل کا مالک، صحرا صحرا کا مالک ملک السموٰت والارض له ما فی السموٰت والارض ہے نا یہ حقیقت۔ اگر کسی ایک ذرے کے بارے میں تم کہہ دو کہ خدا اس کا مالک نہیں تو کافر ہو گئے، مگر اگر کوئی بدقسمت، نقلِ کفر کفر نباشد۔ اگر کوئی نادان نا سمجھ یہ کہے کہ خدا میرے سنڈاس کا مالک ہے وہ کافر ہو گیا۔ بات سچی بھی کہی نہیں جاتی۔ کہنے والے جو تجھے مالک کہنا ہے تو مالک یوم الدین کہا ہوتا مالکِ سموات و نیز کہا ہوتا، مالک جبرئیل و میکائیل کہا ہوتا۔ تو نے ذلیل مملوک کی طرف نسبت کر کے مالک کی توہین کی۔ لفظوں کی شناعت کو دیکھو۔ لفظوں کی کراہت کو دیکھو۔ ذلیل مملوک کی طرف نسبت کر کے تو ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔ دیکھا سچی بات کہی نہیں جاتی۔ ایسے ہی دوستو! ہم خالق کائنات خالق السموٰت والارض ہے۔ کوئی ایسی چیز ہے جس کا خالق خدا نہ ہو؟

مگر سنو جی فقہہ کا مسلہ۔ اگر کوئی بدبخت یہ کہدے کہ خدا تعالیٰ خنزیر کا مالک ہے وہ کافر ہو گیا بات سچی ہے مگر کہی نہیں جاتی۔ خالق کہتا ہے تو خالقِ رسول عربی کہو، خالق السموٰت والارض کہو ساری بات آجاتی ہے یہ ذلیل مخلوق کی طرف خصوصیت کے ساتھ تو نے کیوں نسبت دیا؟ ہو گیا کافر اور میں آگے نہ چلوں دوستو۔ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ انسان قطرۂ ناپاک سے پیدا ہوا۔ پیدا ہونا اچھا کسی کو بلاؤ تو سہی یہ کہہ کر اے قطرۂ ناپاک سے پیدا ہونے والے، کسی کو ایسے کہہ کے آواز دو ؟ تو کتنی تاجپوشی ہو گی آپ کی یہ کہا نہیں جاسکتا اور پھر جب تم قرآن کریم کی آیت پڑھو گے تو کہے گا کہ آیت تو بعد میں سمجھائیں گے، تاجپوشی پہلے ہولے۔ اس لئے کہ یہ بات سچی تو ہے، کہی نہیں جاتی۔ یہ کوئی کہنے کی بات ہے ؟

گستاخ بچہ

ایسے ہی دوستو ! اگر کوئی نافرمان یا گستاخ شوخ چشم بچہ اپنے ماموں کو یہ کہہ کر بلائے اے ابا کے سالے ذرا سن لیجئے یا اپنی ماں کو یہ کہہ کر پکارے اے میرے ابا کی رن ذرا سن لے۔ بات کتنی سچی اس نے کہی ہے۔ اس پر وہ حلف اٹھا سکتا ہے کہ اگر سالہ نہیں تو ماموں کہاں سے ہو گا۔ اگر ابا کی بیوی نہیں تو ماں کہاں سے ہوگی مگر اس پر کتنے جوتے برسیں گے، اس کا بھی کوئی شمار نہیں ہے بات سچی ہے کہی نہیں جاتی ہر بات سچی کہی نہیں جاتی بات تو بالکل ٹھیک ہے، مگر کہی نہیں جاتی تو میں یہی کہتا ہوں دوستو! جہاں تک ماننے کا سوال ہے کون کہتا ہے کہ نبی کو بشر نہ مانو، انسان نہ مانو، مگر یہ کہنے کی عادت تو نے کیسے بنالی ہے بشر تو کافر بھی کہا کرتے تھے وہ بات کہو جو مومن کے سوا کوئی نہ کہہ سکے۔

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

شب معراج کا واقعہ

آج میرے رسول کے چلنے پھرنے کو کیا آپ ہی دیکھ رہے ہیں ؟ اٹھنے بیٹھنے کو کیا آپ دیکھ رہے ہیں ؟ کیا سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے نہیں دیکھا تھا ؟ کیا سیدنا جبرئیل نے گھٹنے سے گھٹنے ملا کر بیٹھے ہوئے نہیں دیکھا تھا ؟

کیا سیدنا جبرائیل نے مدینے کی گلیوں میں نہیں دیکھا تھا؟ کیا سیدنا جبرائیل نے میرے رسول کو کھاتے پیتے نہیں دیکھا تھا؟ تو یہ کیا منظر ہے کہ جب میرے رسول نے کہا اے جبرائیل یہیں کیوں ٹھہر گئے؟ میں صرف اشارہ ہی کروں گا۔ واقعات کی تفصیلات آپ کے سامنے ہے۔ معراج کی رات کا واقعہ ہے۔ الغرض جب رسول نے کہا یہ کیسی رفاقت تم یہیں ٹھہر گئے؟ آگے چلو۔ تو سیدنا جبرائیل نے جو عرض کیا شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے اس کی کیا اچھی ترجمانی کی ہے ؎

اگر یک سرِ موئے برتر پرم ∴ فروغِ تجلیٰ بسوزد پرم

اے رسول آپ تشریف لے جایئے میں اب اگر آپ کے ساتھ آگے چلا تو تجلی کے فروغ سے میرے پر جل جائیں گے ۔ کیا مطلب؟ اے رسولِ عربی! جب آپ عالم بشریت سے گذر رہے تھے تو لباسِ بشری آپ پر تھا، میں آپ کے ساتھ ساتھ تھا، مگر اب آپ کی حقیقت بے حجاب ہونے والی ہے۔ اے رسول اگر اب میں آپ کے ساتھ چلا تو آپ کی تجلی کے فروغ سے میرے پر جل جائیں گے۔

اب میں حقیقتِ محمدیہ کی تاب نہیں لا سکتا۔ اے رسول! ہم آپ کے صورتِ حقیقی کے جلوے کی تاب نہیں لا سکتے۔ آپ جایئے۔ مگر دوستو! اس ترجمہ کو سبھی قبول کرلیں بڑی مشکل ہے اس لیے کہ مولوی صاحب یہ بھی ترجمہ سکھاتے ہیں۔ یہاں مطلب یہ تھا کہ حضرت جبرئیل یہ عرض کر رہے ہیں کہ اگر میں ایک بال کے برابر بھی اوپر گیا تو خدا کی تجلی سے میرے پر جل جائیں گے چلو اس کو بھی سر آنکھوں پر رکھو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ بات غلط ہے مگر مجھے یہ بتاؤ حضرت جبرئیل علیہ السلام کہتے ہیں اگر میں بال برابر بھی آگے گیا، تو خدا تعالیٰ کی تجلی سے میرے پر جل جائیں گے۔ حضرت جبرئیل کے پر جل جائیں گے حاملِ وحیِ الٰہی کے پر جل جائیں گے۔ دیکھا آپ نے معصوم فرشتے کا پر جل رہا ہے۔ سید الملائکہ کا پر جل رہا ہے۔ نوری مخلوق کا پر جل رہا ہے جانے والے تو جا میرا تو پر جل رہا ہے اس موقع پر حضرت جبرائیل کو کہنا چاہیے تھا اے مکے والے۔ اے مکے کی سرزمین پر جلوہ افروز فرمانے والے آپ ہم سب سے یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم چلیں، ہماری درخواست قبول

دیکھئے کہ خود آپ ٹھہر جائیے آپ بھی آگے نہ جائیے' اس لئے کہ جب سدرہ والے کا پر جل رہا ہے تو مکے والے کا باز وکہاں رہے گا؟ جب سید الملائکہ کا پر جل رہا ہے تو اے رسول آپ کا کیا حال ہوگا؟ میری بات مانیئے' ٹھہر جائیے یہ کہنا چاہیے تھا حضرت جبرائیل کو۔ مگر کیا ہوا خود تو ٹھہر گئے اور جانے والے کو جانے دیا۔ سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے اپنے اس عمل سے ظاہر کر دیا کہ میرے تو پر جلیں گے' وہ نہ جلیں گے۔

ذرا غور تو کرو۔ سیدنا جبرائیل اپنے آپ کو رسول کی طرح نہ سمجھ سکے اور رسول کو اپنی طرح نہ سمجھ سکے۔ اگر اپنے آپ کو رسول کی طرح سمجھتے تو آگے بڑھ جاتے اور اگر رسول کو اپنی طرح سمجھتے تو روک لیتے نہ آگے بڑھے نہ روکا اور دکھا دیا کہ میں رسول کی طرح نہیں' اور نہ رسول میری طرح ہیں۔ ذرا غور کرو سید الملائکہ انہیں اپنی طرح نہ سمجھ سکے۔ معصوم فرشتے اپنی طرح نہ سمجھ سکے نوری مخلوق اپنی طرح نہ سمجھ سکے۔ سدرہ نشین اپنی طرح نہ سمجھ سکے۔ حاملِ وحی الٰہی اپنی طرح نہ سمجھ سکے۔ اب اگر دو ٹانگ کا جانور اپنی طرح سمجھے تو یہ دماغ کی خرابی نہیں تو اور کیا ہے۔؟

دعویٰ اور دلیل کی مزید وضاحت

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اسلام کا دعویٰ ہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اس دعویٰ کی دلیل ہے اس دعویٰ اور دلیل والی نسبت کو اور بھی واضح کر دوں کلمہ آپ پڑھتے ہیں نا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا اور محمد اللہ کے رسول ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہی تو ترجمہ ہے نا۔ دو باتیں معلوم ہوئیں ایک بات کیا ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور دوسری بات کیا ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ دو باتیں ہیں نا اور جب آپ بھی دو بات کہنا چاہتے ہیں تو ایسے ہی نہیں بولتے بیچ میں ایک واؤ بھی ہوتا ہے مثلاً زید آیا اور بکر گیا۔ فلاں آیا اور فلاں گیا طارق نے کہا اور خالد نے سنا۔ یہ اور کا لفظ بتا رہا ہے کہ پہلا جملہ کچھ اور کہہ رہا ہے اور دوسرا جملہ کچھ اور اس اصول کی روشنی میں کلمہ یوں ہونا چاہیے لا الٰہ الا اللہ و محمد رسول اللہ نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا اور محمد اللہ کے رسول ہیں مگر نہیں دیکھو یہ تمہارا کلمہ واؤ کی جدائی بھی برداشت نہیں کر رہا ہے کہ تم

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے مابین واؤ کی فصل ہے اور، اتنا بھی برداشت نہیں۔ کیوں اس لئے کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دعویٰ ہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ دلیل ہے۔ اگر دلیل دعوے سے جدا ہو جائے، تو کون دعویٰ کو سمجھائے۔

زِندوں کا کلمہ

ایک بات اور ہے، ذرا ترجمے پر غور کرنا یہ ترجمہ کن کا ہے ہمارا تمہارا ترجمہ۔ ترجمہ کیا ہے نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ محمد اللہ کے رسول ہیں یہی ترجمہ ہے نا۔ اتنے علماء کرام ہیں، سب یہی ترجمہ کریں گے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ صحابہ نے بھی تو یہی پڑھا کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ تابعین نے بھی یہی پڑھا محمد اللہ کے رسول ہیں آپ بھی یہی پڑھ رہے ہیں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ قیامت تک آنیوالا ہر مومن یہی پڑھے گا کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔

یہ ہیں ہیں کی بڑی رٹ لگا رہے ہو۔ ذرا غور تو کرو۔ ابھی میں اگر یہ کہوں کہ میں فلاں شہر میں گیا۔ وہاں ایک عالم ہیں، اچھے ہیں ایسے ہیں ویسے ہیں۔ بہت ہی اخلاقی قدروں کے حامل ہیں۔ بہت اچھے ہیں، بہت خوش اخلاق ہیں۔ تو ابھی ہم نے کچھ نہیں کہا، مگر "ہیں" یہ بتا رہا ہے کہ وہ موجود ہیں اور اگر میں کہتا ایک عالم تھے۔ ایسے تھے ویسے تھے۔ بڑے اچھے تھے بڑے نیک تھے تو ہم نے تو کچھ نہیں بتایا "تھے" نے بتا دیا کہ اب نہیں ہیں آپ کہتے چلے جا رہے ہیں محمد اللہ کے رسول ہیں۔ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ محمد اللہ کے رسول ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تو یہ کلمہ اس کا ہے جو رسول کے وجود کو مانتا ہو اور جو نہیں مانتا، اسے چاہیے کہ وہ مردوں والا کلمہ پڑھے، یہ تو زندوں والا کلمہ ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بتاؤ اس سے بڑھ کے اور نفاق کیا ہوگا کہ محمد اللہ کے رسول ہیں (اور) اور رسول تھے۔ ارے کم از کم زبان کو دل کے مطابق تو کر لو۔

اور ایک بات سنو! لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس کلمہ کا نام کیا ہے؟ اسے کلمہ طیب کہتے ہیں، کلمہ توحید کہتے ہیں، مگر میں کہتا ہوں کہ یہ جو کلمہ توحید کہتے ہیں بڑی بے انصافی

کی بات ہے اس لئے کہ اس میں صرف توحید ہی کا سبق تو ملتا ہیں، بلکہ رسالت کا بھی تو سبق ملتا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ تو ایسا کیوں نہیں کرتے کہ کلمہ توحید و رسالت نام رکھ دو۔ اس کا بھی یہی جواب ہے کہ سنو! اس کلمہ میں توحید جو موجود ہے وہ دعویٰ ہے اور رسالت اس کی دلیل ہے جو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ سے سمجھانا ہے، اسی کو محمد رسول اللہ سمجھانے آئے ہیں۔ اچھا اب ایک دوسرے رُخ سے غور کرو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا مطلب کیا ہے؟ نہیں ہے کوئی معبود۔ نہیں ہے کوئی الوہیت والا۔ نہیں ہے کوئی الٰہیت والا اللہ تعالیٰ کے سوا۔ ظاہر ہو گیا کہ میرا خدا وُہ ہے جو اپنی الٰہیت الوہیت میں وحدہٗ لاشریک ہے۔ مگر میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس کا نام کلمۂ توحید کیوں رکھا؟ کلمہ رسالت کیوں نہیں رکھا؟ کلمہ توحید و رسالت کیوں نہیں رکھا۔

دو طرح کے مشرک

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ میں بھی توحید ہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ میں بھی توحید ہے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ نے ہمیں یہ سمجھایا کہ میرا خدا اپنی الٰہیت اور الوہیت میں وحدہٗ لاشریک ہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ نے یہ سمجھایا کہ میرا نبی اپنے کمالاتِ رسالت و نبوت میں وحدہٗ لاشریک ہے تو وہاں توحیدِ الٰہیت ہے اور یہاں توحید رسالت ہے۔ میرا رسول رسالتِ عامہ والا ہے۔ یہ اپنی رسالت میں وحدہٗ لاشریک ہے۔ تو سنو جی مشرک کی دو قسمیں ہو گئیں۔ جو خدا کی ذات و صفات میں کسی کو شریک کرے، وہ بھی مشرک اور جو رسول کی ذات و صفات میں کسی کو شریک کرے وہ بھی مشرک۔ فقہا چاہے اس پر مشرک کا لفظ استعمال کریں یا نہ کریں، صرف کافر کہہ کے آگے بڑھ جائیں۔ مگر میں تو دیکھتا ہوں کہ دونوں مشرک ہیں۔ ایک خدا تعالیٰ کی ذات میں دوسرے کو شریک کر کے مشرک بنتا ہے اور دوسرا رسول کی ذات میں غیر رسول کو شریک کر کے مشرک بنتا ہے۔

بعض نا سمجھ الزام رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ دیکھو یہ رسول کو حد سے زیادہ بڑھا کر خدا سے ملا دیتے ہیں۔ یعنی خدا تعالیٰ کی حد سے ملا دیتے ہیں۔ مجھے حیرت ہے کہ ہم رسول کی حد نہ سمجھ سکے یہ خدا تعالیٰ کی حد سمجھ گئے۔ یعنی خدا کی حد متعین کر دی، جہاں سے رسول کو ملا یا۔

اچھا غور کرو ہم رسول کو جو کچھ کہتے ہیں اگر یہی خدا سے ملانا ہے۔ ہم رسول کو متنا کہتے ہیں اگر رسول کو خدا سے ملانا ہے تو سنو تمہاری شکایت تو یہ ہے کہ ہم نے رسول کو خدا سے ملایا اور میری شکایت یہ ہے کہ تم نے خدا کو رسول سے ملا دیا۔ یہ شرک معکوس دیکھنے کے لائق ہے ۔

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

تو لاالٰہ الا اللہ اسلام کا دعویٰ ہے اور محمد رسول اللہ اس کی دلیل ہے، اسی لئے دلیل کو سمجھایا جاتا ہے۔ ایک بات اور سوچو کہ تم سب کلمہ پڑھتے ہو نا۔ پہلے لاالٰہ الا اللہ پھر محمد رسول اللہ۔ پہلے لاالٰہ الا اللہ پھر محمد رسول اللہ۔ مگر ایک بات بتاؤ کہ پہلے تم نے محمد رسول اللہ کو مانا کہ لاالٰہ الا اللہ کو۔ پہلے محمد رسول اللہ پر ایمان لائے یا لاالٰہ الا اللہ پر۔ سنو جی اچھی طرح سمجھ لو وجود کے اعتبار سے مقدم ہے لاالٰہ الا اللہ اور ایمان کے اعتبار سے مقدم ہیں محمد رسول اللہ۔

ایک بات بتاؤں میں مانتا ہوں سورج پہلے ہے روشنی بعد میں ہے چاند پہلے ہے چاندنی بعد میں ہے۔ دریا پہلے ہے روانی بعد میں ہے۔ آبشار پہلے ہے نغمے بعد میں ہیں۔ پھول پہلے ہے مہک بعد میں ہے۔ موتی پہلے ہے چمک بعد میں ہے۔ مگر یہ بتاؤ کہ پہلے تم نے چاند کو دیکھا کہ چاندنی کو دیکھا۔ تمہیں پہلے سورج ملا کہ روشنی ملی۔ تمہارے سوچنے کی بات ہے مطلب یہ ہے کہ ادھر سے چلو تو سورج پہلے روشنی بعد میں۔ چاند پہلے چاندنی بعد میں اور ادھر سے چلو تو چاندنی پہلے چاند بعد میں۔ روشنی پہلے سورج بعد میں تو بتاؤ کہ تم ادھر سے آرہے ہو کہ ادھر سے جا رہے ہو اور جب تم ادھر سے جا رہے ہو تو پہلے محمد رسول اللہ پھر لاالٰہ الا اللہ۔ لہٰذا میں علمائے ملت اسلامیہ سے گزارش کروں گا کہ کلموں کو کچھ بدل دیا جائے محمد رسول اللہ پھر لاالٰہ الا اللہ مگر کیا بات ہے کہ تم نہیں بدلتے، بلکہ کہتے ہو کہ کلمہ کی ترتیب ٹھیک ہے کہ پہلے لاالٰہ الا اللہ ہو اور بعد میں محمد رسول اللہ پھر میں نے کہا واہ بھئی پہلے تو میں نے محمد رسول اللہ کو سمجھا تھا

تبلیغ کا طریقہ

اس سلسلے کی ایک بات اور عرض کروں۔ جب جانتے ہیں کہ میرے رسول نے فاران کی چوٹی سے اپنی قوم کو بلایا اور بلانے کے بعد پہلے قوم سے وہ قوم جس میں میرے رسول نے ۴۰ سال تک خاموش زندگی گزاری، اس کے بعد بلا کر پوچھا دیکھو تم مجھ کو کیا سمجھتے ہو؟ کیا اسی کیلئے بلایا تھا۔ یہ تو رسول جانتے ہی تھے کہ یہ آپکو کیا سمجھتے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوال پر سب نے کہہ دیا آمین سچے دیانتدار۔ یہ وہ ہیں الغرض بہت کچھ تعریف کردی۔ اچھا جب سچا سمجھتے ہو تو اگر میں کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر ہے جو تمہیں تباہ کر دینا چاہتا ہے۔ میرے کہنے سے مانو گے اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ کبھی جھوٹ نہیں بولتے آپ کہیں گے تو ہم مان لیں گے تو میرے رسول کے ارشاد کا خلاصہ یہی تو تھا کہ جب میرے کہنے سے تم بن دیکھے لشکر کو مان رہے ہو، تو میرے ہی کہنے سے بے دیکھے خدا کو مان لو قولو لا الٰہ الا اللہ تفلحوا۔ لا الٰہ الا اللہ کہو فلاح پاؤ گے۔ میں ابھی تفصیلات میں نہیں جانا چاہتا اس کے گوشے بھی نہیں دکھانا چاہتا۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ لا الٰہ الا اللہ کا پیغام رکھنے سے پہلے رسول نے اپنے کو کیوں سمجھایا؟ اپنے کو کیوں منوایا، پہلے اپنے کو منوالیا پھر لا الٰہ الا اللہ کہا پہلے مجھے تو مان لو، اس لئے کہ لا الٰہ الا اللہ دعوت ہے محمد رسول اللہ داعی ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ ہدایت ہے۔ محمد رسول اللہ ہادی ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ ارشاد ہے محمد رسول اللہ مرشد ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ کلام ہے۔ محمد رسول اللہ متکلم ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ ذکر ہے محمد رسول اللہ ذاکر ہیں۔ جو داعی کو نہ مانے گا۔ وہ دعوت کو کیا مانے گا؟ جو ہادی کو نہ مانے گا، وہ ہدایت کو کیا مانے گا؟ جو قائل کو نہ مانے گا وہ قول کو کیا مانے گا؟ جو ذاکر کو نہ مانے گا، وہ ذکر کو کیسے مانے گا؟ تو رسول نے تبلیغ کا جو طریقہ ہمیں دیا ہے وہ دیا ہے کہ پہلے ہمیں منواؤ، پھر خدا کو خود ہی مان لیں گے۔ اب تبلیغ کا وہ طریقہ جس میں رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو نہیں منوایا جاتا۔ وہ طریقہ خود ایک بدعت ہے اور وہ بھی بدعت سیئہ۔

ذکرِ خدا ہے ذکرِ رسول

تو آپ سبھوں نے دیکھ لیا نا کہ پہلے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ پھر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پھر یہ کلمہ ایسے کیوں کہتے ہو۔ ؟

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ یہ تو معاملات ہو گیا کلمہ ایسے پڑھو تو ٹھیک رہے گا۔ محمد رسول اللہ لا الٰہ الا اللہ (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا۔ یہ اللہ کے رسول ہیں اور اس کے سوا معبود نہیں ہے۔ مگر نہیں دوستو اس الجھن کو دور کر دیا۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب میرے خدا نے نورِ محمدی کو پیدا کرنا چاہا، تو اس نے ارشاد فرمایا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ نورِ محمدی پیدا ہو گیا۔ نورِ محمدی نے عرض کیا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ جلوہ وحدت میں فنا ہو گیا۔ رب تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا محمد رسول اللہ نورِ محمدی پیدا ہو گیا۔ نورِ محمدی نے عرض کیا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ جلوہ وحدت میں فنا ہو گیا۔ یہ سلسلہ جب تک رب تبارک وتعالیٰ نے چاہا، ہوتا رہا۔ پھر نور قائم ومستقر ہو گیا۔ اب غور کرو کہ نورِ محمدی کیا عرض کر رہا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اور میرا رب کیا فرما رہا ہے محمد رسول اللہ۔ تو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ یہ رسول کا ذکر ہے محمد رسول اللہ یہ خدا کا ذکر ہے۔ یہ اللہ کا ذکر ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ یہ رسول کا کلام ہے محمد رسول اللہ یہ خدا کا کلام ہے قرآن نے بھی کہا اے محبوب! قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ۔ اَللّٰہُ الصَّمَدُ۔ لَمْ یَلِدْ۔ وَلَمْ یُوْلَدْ۔ اے محبوب تم کہو کہ اللہ ایک ہے۔ تم کہو کہ اللہ بے نیاز ہے تم کہو کہ وہ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ہے۔ تم کہو، یعنی یہ تمہاری بات بنے اور میں کہوں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ تم کہو مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ میں کہوں۔ اب کلمہ کی ترتیب سمجھ آگئی پہلے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اس لئے کہ جو لا الٰہ الا اللہ کہے گا، وہ سنتِ مصطفےٰ ادا کرے گا اور جو محمد رسول اللہ کہے گا، وہ سنتِ کبریا ادا کریگا تو پہلے لا الٰہ الا اللہ پھر محمد رسول اللہ۔ پہلے سنتِ مصطفےٰ ہے پھر سنتِ کبریا ہے۔ اب اس ترتیب کا مناسب ہونا ظاہر ہو گیا یعنی جب تک سنتِ مصطفےٰ نہ پاؤ گے، تمہیں آگے بڑھنے کی اجازت نہ ملے گی۔

جادو گروں کا واقعہ

تو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ دعویٰ ہے اور محمد رسول اللہ اس دعوے کی دلیل ہے۔ ایک بات میں تم کو بتاؤں جب تک آدمی دلیل کو نہیں سمجھتا۔ دعویٰ پر ایمان نہیں لاتا۔ ایک مقام پر اور بھی ایسا ہوا تھا دعویٰ و دلیل کا نقشہ پیش ہوا تھا۔ جب جادوگروں نے مقابلہ کیا تھا۔ حضرت کلیم علیہ السلام کا مقابلہ کیا اور اس کے بعد نتیجے میں وہ جادوگر ایمان لا رہے ہیں۔ اٰمنّا برب العٰلمین رب موسیٰ وھارون ہم رب العالمین پر ایمان لائے جو موسیٰ و ہارون کا رب ہے۔ کمال دیکھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایمان لائے ربِ موسیٰ پر۔ معجزہ دیکھا حضرت کلیم کا اور ایمان لائے ربِ موسیٰ پر۔ معلوم ہوا کہ یہ دلیل وہ دعویٰ جو دلیل کو مانتا ہے، اس کو دعویٰ ماننا پڑتا ہے اور جب تک تم دلیل سے دور رہو گے۔ دعویٰ سمجھ میں نہیں آئے گا۔ اس کو میں مثال سے سمجھاؤں گا کہ جو دور رہا وہ سمجھ نہ سکا تم نے نہیں دیکھا ایک شخص ابھی دلیل سے دور ہے، ابھی دلیل کو سمجھ نہیں سکا تو اس کا تیور کیا ہے؟ عجیب تیور ہے ارادے بھی بڑے خراب ہیں عزائم بھی اچھے نہیں۔ ننگی تلوار لیے چلا جا رہا ہے۔ ایک جانب کو چلا جا رہا ہے اور قدرت کا انتظام تو دیکھو۔ دعویٰ اپنی دلیل کے قریب کر رہا ہے۔ یہ بڑے غصے میں جا رہے ہیں۔ بڑے تیور میں جا رہے ہیں، مگر چشمِ کائنات نے یہی دیکھا کہ

عُمر سوئے نبی گئے، نظر سوئے عُمر گئی ۵
پڑی نگاہِ مصطفےٰ تو زندگی سنور گئی

دیکھا آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دلیل کو سمجھ لیا، تو دعوے کو ماننا پڑ گیا۔ میں اس سلسلے میں ایک واقعے کی طرف آپ کے ذہن کو لے جاؤں گا۔ تفصیلات میں نہیں لے جاؤں گا، آپ بالکل مطمئن رہیں، اس لئے کہ میرے سامنے ہی گھڑی ہے منتظمین نے اس کا پہلے ہی سے لحاظ رکھا ہے۔

حضرت عُمیر کا واقعہ

دو نام یاد رکھو صفوان ابن امیہ۔ عمیر ابن وہب یہ دونوں حطیم کے پاس۔ بیٹھے ہوئے کچھ مشورے کر رہے تھے۔ یہ حطیم

کے پاس بیٹھے ہوئے کچھ بات کر رہے تھے۔ دو کے سوا کوئی تیسرا نہیں ہے۔ غزوۂ بدر کے بعد کا موقع ہے۔ عمیر کا لڑکا وہب اسیرانِ بدر میں جا چکا ہے عمیر اپنے اضطراب و بے چینی کا اظہار کر رہا ہے کہ اگر میں اہل و عیال والا نہ ہوتا۔ اگر میرے اوپر بارِ قرض نہ ہوتا تو میں محمد عربی کا کام تمام کر دیتا۔ تو صفوان ابن عمیہ نے کہا، بس ٹھیک ہے جاؤ۔ ہم تمہارے بچوں کی کفالت کا عہد کرتے ہیں۔ تمہارے قرض کو ادا کر دیں گے۔ مگر ٹھہر و سنبھل کے کام کرنا۔ ابھی اس راز کو طشت از بام نہ ہونے دینا۔ ظاہر نہ ہونے دینا۔ یہ راز ابھی کسی تیسرے کو نہ معلوم ہونے پائے۔ اچھی طرح سے سمجھ کے جانا۔ بنائے ہوئے منصوبے کے تحت عمیر پہنچے اور جب پہنچے تو صبح کا سہانا وقت تھا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کے جھرمٹ میں ان انعامات کا ذکر کر رہے ہیں جو غزوہ بدر کے موقع پر مسلمانوں پر ہوئے۔ عمیر کے تیور کو دیکھا، اچھا تیور نہیں نظر آ رہا ہے۔ حضرت عمر سمجھ گئے مگر جب گوشِ رسالت تک بات پہنچی تو سرکار نے کہا عمیر کو آگے آنے دو۔ عمیر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور حاضر ہوتے ہی ایک سلام کیا۔ وہی جاہلیت والا سلام۔ صبح بخیر جس کو کہتے ہیں آپ گڈ مارننگ۔ یہ جاہلیت کا سلام ہے۔ میرے رسول نے اسی وقت ان کی اصلاح کی تھی کہ یہ جاہلیت کا سلام ہے اور مسلمانوں کا سلام کیا ہے السلام علیکم۔ مگر لوگ السلام علیکم میں بھی کنسیشن شروع کر رہے ہیں۔ اور اس کے اندر سلام علیکم چل گیا ہے کہیں سلاما لیکم چل رہا ہے تو اس طرح سے یاد رکھنا۔ سلام مسنون ادا نہیں ہوتا، اس لئے سلام مسنون ہے السّلام علیکم۔ اس سلام کا جواب دینا واجب ہے اور اگر کوئی صرف سلام علیکم کہے تو اس کا جواب دینا واجب نہیں۔ سلام مسنون کا جواب واجب ہے کوئی جواب دے دے تو اس کا احسان ہے مگر سلام علیکم یا سلاما علیکم یا خواہ مخواہ منہ ہلا دینے کا نام سلام مسنون نہیں۔ تو میرے رسول نے کہا یہ تاریکی کا سلام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے روشنی کا سلام دیا ہے۔

گڈ مارننگ کا حشر

مگر دوستو! تاریخ اپنے کو دہراتی ہے ایک اس تاریکی کے دور میں یہ سلام کیا گیا تھا اور اب اس دور میں گڈ مارننگ

د۔ کڈ۔ ب بطورِ سلام چل گیا ہے۔ گڈ نائٹ اور گڈ مارننگ کا مطلب کیا ہے میں نے سمجھنے کی بہت کوشش کی۔ خیر یہاں نہیں سمجھائیں گے، لوگ تو کہاں سمجھائیں گے۔ یہ علاقہ ہی ایسا ہے میں فکر میں تھا کہ گڈ مارننگ کا کیا مطلب ہے؟ سوچنے لگا تو دو ہی مطلب سمجھ میں آئے کہ گڈ مارننگ کا مطلب ہے کہ صبح اچھی ہے یا یہ کہ صبح اچھی ہو۔ صبح اچھی ہے یا صبح اچھی ہو۔ اگر یہ معنی ہے کہ گڈ مارننگ صبح اچھی ہو تو اس کا مطلب تو یہی ہے نا کہ صبح اچھی ہو چاہے رات پر قیامت آجائے۔ ہم تو صرف ایک پہر کا سلام لے کر آئے ہیں اور گڈ نائٹ کا معنی رات اچھی ہو جائے چاہے صبح پر قیامت آجائے۔ ہم کو اس سے مطلب وغرض نہیں ہے ہم تو صرف ایک پہر کی بات لے کر آئے ہیں اور اگر آپ نے یہ کہا کہ جی نہیں۔ یہاں اچھی ہو، اچھی ہو کا سوال نہیں ہے اچھی بات ہے کہ گڈ مارننگ "صبح اچھی ہے۔ ہم نے کہا، اچھا۔ گڈ نائٹ رات اچھی ہے ایسی بات ہے تو کسی کے گھر میں رات چوری ہو گئی۔ صبح آپ پہنچے اور کہہ پڑے گڈ مارننگ تو پتہ نہیں کہ وہ دعا سمجھے گا یا گالی سمجھے گا۔

اسلام کا سلام

اس کے برعکس اسلام کا سلام ہے السلام علیکم۔ تم پر اللہ کی سلامتی ہو۔ یہاں پر بھی، صبح کو بھی، دوپہر کو بھی، شام کو بھی، دن کو بھی رات کو بھی، یہاں بھی، وہاں بھی، ایک سلام جنت پہنچا رہا ہے۔ ایک ہی سلام ساتھ نہیں چھوڑتا کہیں میت ہو گئی تو وہاں پر بھی کہا السلام علیکم۔ تم پر اللہ کی سلامتی ہو، اس نے ایک لیا اور ہزار دینے کی قدرت رکھتا ہے۔ سلامتی چاہیے بس۔ اس کا کرم چاہیے۔ کڑوی بات ہے دوستو! کہتے ہیں کہ پہلے چراغ تلے اندھیرا ہوتا تھا اور اب چراغ کے اوپر اندھیرا ہوتا ہے۔ کسی کسی جگہ پر دائیں بائیں بھی اندھیرا ہوتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پہلے کا چراغ زبانِ حال سے کچھ کہتا تھا پہلے کا چراغ یہ کہتا تھا کہ سنو جی! اوپر کو روشن رکھو نیچے تاریک رہے کوئی حرج نہیں۔ جانا تو وہیں ہے نا آخرت روشن رکھو! اور آج کا چراغ الٹ کہتا ہے ارے ادھر کیا دیکھتے ہو، ادھر روشن رکھو

اب تو آرام سے گزرتی ہے ۔۔ عاقبت کی خبر خدا جانے

سرکارِ رسالت نے پوچھا کہ عمیر تم کس لئے آئے ہو؟ کہا اپنے بچے کی رہائی کی درخواست لے کر آیا ہوں۔ صحیح صحیح بتاؤ کس لئے آئے ہو؟ صحیح اور سچی بات بتاؤ؟ بس رہائی کی درخواست لے کر آیا ہوں۔ دیکھو کیا تم میں اور صفوان ابن اُمیہ میں یہ بات نہیں ہوئی۔ مکے کے اندر کعبے کے قریب حطیم کے پاس۔ کیا اُس نے تمہارے بچوں کی کفالت اپنے ذمے نہیں لی؟ کیا اُس نے تمہارے قرض کو ادا کرنے کا وعدہ نہیں کیا؟ سنو عمیر! تمہارے اور میرے مابین خدا تعالیٰ کا ارادہ حائل ہے تم مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اتنا سننا تھا کہ حضرت عمیر کے دماغ میں ایک عجیب انقلاب برپا ہو گیا۔ ایک عجیب تحریک پیدا ہوئی کہ بات تو ہوئی تھی مکے میں مدینے والے نے کیسے جان لیا؟ بات تو ہوئی تھی دو میں تیسرے نے کیسے جان لیا فوراً پڑھا۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ۔ کلمہ پڑھ کے مشرف باسلام ہوئے

اب میں تم سے ایک سوال کروں کہ حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو ایمان کی دولت ملی، اس کی تحریک کہاں سے پیدا ہوئی۔ اس کا محرک کون تھا؟ کس نے یہ انقلاب پیدا کیا کہ ایمان لاؤ۔ یہی بات تو تھی کہ رسول نے غیب کی بات بتا دی۔ ان کے دل میں ایمان کی تحریک پیدا ہو گئی۔ رسول کے علمِ غیب کو جب انہوں نے سمجھ لیا تو وہ ایمان لانے پر مجبور ہو گئے زمانہ کتنا بدل چکا ہے۔ کبھی رسول کے علمِ غیب کو لوگ مان کر مومن بنتے تھے۔ آج انکار کر کے ایمان کا دعویٰ رکھتے ہیں۔

تو دیکھو جب تک عمیر رسول سے دور تھے ایمان نہ لا سکے، نہیں مان سکے لا الٰہ الا اللہ کو اور جب قریب ہو گئے تو مان لیا، ظاہر ہو گیا لا الٰہ الا اللہ دعویٰ ہے اور محمد رسول اللہ دلیل۔ جب تک تم دلیل کو نہیں سمجھو گے، دعویٰ کو نہیں مان سکتے۔

پوجنا انسانی فطرت ہے

اس کو میں ایک اور مثال سے سمجھاؤں وہ یہ کہ یہ عبادت کرنے کا جذبہ، سر جھکانے کا جذبہ، انسان کا فطری جذبہ ہے۔ یہ اور بات ہے کہ فطرت کہیں غلط راستے پر چلی ہو مگر پوجنے کا جذبہ

عبادت کرنے کا جذبہ، یہ انسان کا فطری جذبہ ہے۔ ایک بات اور ذہن نشین رہے کہ انسان پوجنا تو چاہتا ہے مگر اپنے سے کمزور کو نہیں پوجنا چاہتا۔ پوجنا چاہتا ہے اس کو جس میں اپنے سے زیادہ طاقت ہو تو فرض کرو انسان کا ایک گروہ نکلا اپنے معبود کی تلاش میں۔ چلتے چلتے اس نے دیکھا مٹی کا ایک ٹیلہ جو بہت زبردست نظر آیا۔ کچھ لوگ وہاں ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے کہ کہیں یہی تو ہمارا معبود نہ ہو مگر ان میں کچھ اہلِ بصیرت تھے جنہوں نے سوچا کہ دیکھو ہم اس ٹیلے کو پوجیں، اگر پوجنا ہے تو پتھر کو کیوں نہ پوجا جائے، وہ ہمارے اس مٹی کے ابھرتے ہوئے تودے کو چور چور کر دیتا ہے لہٰذا وہ آگے بڑھ گئے اور جب وہ پتھر کے آگے پہنچے، تو وہاں جن کو کھڑا ہونا تھا، کھڑے ہو گئے مگر کچھ لوگوں نے سوچا اگر پوجنا ہے تو لوہے کو کیوں نہ پوجا جائے جو پتھر کو چور چور کر دیتا ہے اور جب لوہے کے آگے گئے تو وہاں جن لوگوں کا کھڑا ہونا تھا کھڑے ہو گئے، مگر کچھ لوگوں نے سوچا اگر پوجنا ہے تو کیوں نہ آگ کے شعلوں کو پوجا جائے جو لوہے کو پگھلا کر آتشِ سیال بنا کر بہا دیتا ہے اور جو وہاں جا کے تھک گئے وہاں ٹھہر گئے مگر کچھ اہلِ بصیرت آگے بڑھے آگے بڑھنے کے بعد انہوں نے سوچا اگر پوجنا ہی ہے تو کیوں نہ پانی کے قطرے کو پوجا جائے جو آگ کے وجود کو فنا کر دیتا ہے پھر دریا کی روانی کی کیوں نہ پرستش کی جائے اور وہاں پہنچے تو وہاں کچھ سوچنے والوں نے سوچا یہ دریا وہی ہے جس میں چاند کی چاندنی سے تلاطم اٹھتا ہے موجیں اٹھتی ہیں تو چاند کی چاندنی میں بڑی طاقت ہے۔ تو اگر پوجنا ہے تو چاند کو کیوں نہ پوجا جائے؟ کیوں نہ اس کی پرستش کی جائے ہم ان دریا کی لہروں کو پوج کر کیا کریں گے اور جو چاند کے پاس پہنچے تو چاند نے وہیں سے زبانِ حال میں آواز دی۔ میرے پاس کیا لینے آئے ہو؟ ارے یہ روشنی بھی میری اپنی روشنی نہیں ہے یہ تو مانگے کا اجالا ہے۔ یہ دوسرے کا اجالا ہے۔ علم ہیئت والے کہتے ہیں کہ سورج کی روشنی ہے جو چاند کے آئینے سے چھن رہی ہے اور چاند یہ بھی کہتا ہے کہ دیکھو تم نے نہیں دیکھا کہ میں ایک ہی دن کامل نظر آتا ہوں۔ پھر سب سے کم ہوتا رہتا ہوں، کم ہوتے ہوتے غائب ہو جاتا ہوں کیا میں اس لائق ہوں کہ مجھے پوجا جائے۔ جو اہلِ بصیرت چاند کی زبانِ حال کی بات سمجھ سکے انہوں نے

قدم آگے بڑھادیا اور سوچا کہ جس کا نور چاند ہیں آ۔ ہائے کیوں نہ اس سورج کو پوجا جائے جب سورج کے پاس پہنچے، تو بہت سے لوگ کھڑے ہوگئے مگر اہل بصیرت نے سوچا یہ سورج جو آدمی دنیا کو روشن کرتا ہے، آدمی دنیا تاریک رہتی ہے۔ ظاہر کو روشن کرتا ہے، باطن تاریک رہتا ہے، ہم ایسے کو نہ پوجیں گے ہم تو اس کو تلاش کر رہے ہیں جو نور السمٰوٰت والارض ہو، جو زمین و آسمان کا نور ہو، جو ظاہر و باطن کو منوّر کر دے۔

الغرض تلاش کرنے والے کرتے کرتے فرض کرلو مقدس سرزمین حجاز پر، پہنچے، وہاں اس نے جا کر دیکھا تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ ارے ہم کیا منظر دیکھ رہے ہیں کہ ایک انسان دیکھنے میں انسان۔ چلنے میں انسان، بولنے میں انسان، اٹھنے بیٹھنے میں انسان کا انداز اختیار کئے ہوئے مگر یہ کیسے غضب کا انسان ہے، اشارہ کرتا ہے تو چاند کے ٹکڑے ہوتے ہیں۔ اشارہ کرتا ہے تو سورج پلٹتا ہے اشارہ کرتا ہے تو کنکریاں کلمہ پڑھتی ہیں۔ اشارہ کرتا ہے تو درخت جھک جاتے ہیں اور اگر قدم اُٹھا دیا تو عرش کے اوپر گزر گیا یہ کیا غضب کا انسان ہے۔ یقیناً ساری کائنات اس کے آگے جھکی ہوئی ہے یہ ہے طاقت والا یہ ہے قوت والا۔ یہ ہے توانائی والا۔ پالیا ہم نے قدرت والے کو۔ پالیا ہم نے طاقت والے کو۔ کیوں نہ اسی کو پوجا جائے کیوں نہ اسی کی پرستش کی جائے کیوں نہ اسی کے آگے سر جھکایا جائے۔ سر جھکانے کا جذبہ لے کر یہ گروہ آگے جاتا ہے طاقت والے کو سمجھ چکا ہے قوت والے کو سمجھ چکا ہے قدرت والے کو سمجھ چکا ہے مگر وہاں بہت ہی اس کی حیرت بڑھ گئی جب اس نے یہ دیکھا کہ ہم کس کے آگے جھکنے والے ہیں یہ خود کسی کے آگے جھکا ہوا ہے۔

سُبحان ربی الاعلیٰ۔ سُبحان ربی الاعلیٰ۔ سبحان ربی الاعلیٰ۔ اے آنے والے ٹھہر جاؤ ہم تمہارے سر کو اپنے آگے جھکنے نہ دیں گے۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ۔ ذرا غور تو کرو۔ اب تم نے ہم کو طاقت والا سمجھ لیا۔ قدرت والا سمجھ لیا۔ توانائی والا سمجھ لیا۔ سب سے بڑی طاقت و قوت والا سمجھ لیا تو اب مسئلہ آسان ہو گیا کہ جدھر یہ طاقت جھک جائے وہ ہے عبادت کے لائق۔ جدھر یہ طاقت جھک جائے

وہ ہے مستحق عبادت۔ بات آسان ہوگئی۔ میرے پاس آتے ہو تو اپنے آگے ہم سر نہ جھکنے دیں گے دیکھا تم نے سورج نے نہیں کہا تھا لا الٰہ الا اللہ چاند نے نہیں کہا تھا لا الٰہ الا اللہ آگ نے نہیں کہا تھا لا الٰہ الا اللہ۔ زبانِ قال کسی کی بھی نہ بول سکی۔ زبان حال بولتی رہی۔ مگر سمجھتا کون ہے؟ کسی کی زبان قال نہ بول سکی، مگر یہ میرے رسول جو ہیں، برہان ہیں۔ یہ دلیل ہیں یہاں جب تم آؤ گے تو یہ اپنے آگے نہیں جھکائیں گے، دعوے کے آگے جھکائیں گے۔ دعوے کو منوائیں گے تو لا الٰہ الا اللہ یہ اسلام کا دعویٰ ہے اور محمد رسول اللہ اس دعوے کی دلیل ہیں۔

محبّت کی نگاہ

دیکھنے کا انداز ہونا چاہیے۔ سوچنے اور سمجھنے کا انداز ہونا چاہیے واقعی لوگ کہتے ہیں کہ محبت کی نگاہ کچھ اور ہوتی ہے اور عداوت کی نگاہ کچھ اور ہوتی ہے میں کہتا ہوں ایک علم کی نگاہ ہوتی ہے اور ایک جہالت کی نگاہ ہوتی ہے مختلف نگاہیں ہوتی ہیں۔ صرف محبت و عداوت ہی کا سوال نہیں ہے آنکھیں بدل گئیں تو نظارہ بدل گیا آنکھیں جب بدل جاتی ہیں تو فیصلے بھی بدل جاتے ہیں دیکھو یہ آپ کا ڈیوز بری شہر ہے فرض کرو میں یہاں آیا آنے کے بعد مجھے ایک فاؤنٹین پین کی ضرورت محسوس ہوئی۔ میں گیا آپ کے شہر میں۔ خریدنا مجھ کو ایک ہی ہے اور دیکھتا ہوں دو درجن خریدنا ہے ایک لیکن فاؤنٹین پین کا پورا شوکیس اپنی طرف سرکے ہوئے ہوں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پوری دکان لینے آیا ہوں۔ فرمائش پر فرمائش یہ لاؤ وہ لاؤ یہ ڈبے کھولو وہ ڈبہ کھولو۔ خریدنا ہے ایک یہ الٹ پلٹ دیکھ دیکھ معلوم ہوا لہ خریدنے والے کی یہ فطرت ہے کہ اپنا بنانے سے پہلے خوب تنقیدی نظر ڈالتا ہے اپنا بنانے سے پہلے خوب الٹ پلٹ کر دیکھتا ہے۔ الغرض خوب اچھی طرح دیکھنے کے بعد میں ایک وہاں فاؤنٹین پین پسند کرتا ہوں۔ پیسہ دے دیا اور اب لے کے چلا۔ یقین جانو اس دکان پر میں نے اس کو درجنوں بار دیکھا اور جب وہاں سے چلا، جیب میں لگایا تو ایک بار بھی نہ دیکھا وہاں جب تک میں نے اپنا نہیں بنایا تھا، الٹ پلٹ رہا تھا کہ اچھا ہے کہ خراب ہے عیبی ہے کہ بے عیب ہے اس چکر میں لگا ہوا تھا اور جب اپنا بنالیا تو اب مطمئن ہو کے آرہا ہوں۔

عداوت کی نظر

اور جب آئے آیا حافظ مونی کے پاس اسے حافظ صاحب یہ دیکھنے میں فاؤنٹین پین لے آیا ہوں۔ انہوں نے کہا یہ کیا اٹھا لائے ارے مجھ کو لے کر چلنا چاہیے تھا۔ آپ تو یہاں بالکل اجنبی تھے یہ کیسا قلم لے کر آئے دیکھئے کتنا بدصورت ہے۔ میں نے کہا دیکھئے حافظ صاحب یہ مت دیکھئے شکل و کل مت دیکھئے۔ چلتا کتنا اچھا ہے۔ ذرا اس کی رفتار کو تو دیکھئے اس کی روانی کو دیکھئے تو اب حافظ صاحب تنقید کر رہے ہیں۔ میں تعریف کر رہا ہوں، میں خوبی دکھا رہا ہوں۔ وہ برائی ہیں کہوں گا ارے حافظ صاحب آپ کی نظر جو اس پر تنقیدی پڑ رہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ قلم آپ کا نہیں ہے میرا ہے تو میں اس کی برائی نہیں دیکھنا چاہتا اگر اس میں کوئی خوبی ہو تو بتاؤ ورنہ خاموش رہو اب تو میں اپنا بنا چکا ہوں۔ میں کیسے کہوں کہ میرا ذوقِ انتخاب غلط تھا۔ صاحب! جب تک میں نے اپنا نہیں بنایا تھا۔ میں نے بھی بہت الٹ پلٹ کے دیکھا تھا مگر اب بنا چکا ہوں۔ اب برائی مت دکھاؤ، اچھائی دکھاؤ۔ اب عیب نہ دکھاؤ، خوبیاں دکھاؤ۔ نہیں تو خاموش رہو۔ سنو جی یہی ہوتا ہے اپنانے کا مزاج اپنانے سے پہلے تو بھی دیکھ رہے تھے مانیں کہ نہ مانیں، ان کے علم میں یہ کمی ہے ان کے عمل میں یہ کمی ہے ان کی شکل و صورت میں یہ کمی ہے آخرت کی بھی ان کو کچھ خبر نہیں ہے۔ پیٹھ کے پیچھے کی بھی ان کو خبر نہیں ہے۔ اچھی طرح سوچ وچار کر لیا ہے مانیں کہ نہ مانیں، ابھی تنقید ہو رہی ہے مانیں کہ نہ مانیں ہم لوگ تو مان چکے ہیں۔

تو جب تک یہ قوم تنقید کرتی رہے گی میرے رسول پر جب تک یہ قوم میرے رسول کی زندگی میں کیڑے پیدا کرنے کی کوشش کرتی رہے گی ہم سمجھ لیں گے کہ ابھی یہ سوچ رہے ہیں کہ مانیں کہ نہ مانیں ابھی فیصلہ کن منزل پر پہنچے ہی نہیں۔ اگر مان چکے ہوتے تو عیب دیکھنے کی کوشش نہ کرتے۔

رسول کی مکمل زندگی دیکھو

دوستو! اچھی طرح سے سنو! میں اکثر و بیشتر عرض کرتا ہوں، کتنے احباب ہیں جن کے کانوں تک یہ آواز نہیں پہنچی۔ میں عرض کروں گا اور انصاف کی بات کہوں گا۔ اسے میرے رسول کی زندگی کا مطالعہ کرنے

والو! میرا یہ اصرار نہیں ہے کہ میرے رسول کا اٹھنا بیٹھنا نہ دیکھو۔ میرے رسول کا چلنا پھرنا نہ دیکھو۔ میرے رسول کا سونا جاگنا نہ دیکھو۔ میرے رسول کا کھانا پینا نہ دیکھو۔ اے دیکھنے والو ضرور دیکھو ضرور دیکھو! اگر تم میرے رسول کا اٹھنا بیٹھنا نہ دیکھو گے تو تمہیں اٹھنے بیٹھنے کا طریقہ کہاں سے آئیگا اگر تم میرے رسول کا کھانا پینا نہ دیکھو گے تو تمہیں کھانے پینے کا سلیقہ کہاں سے آئے گا مگر اے دیکھنے والو میری گزارش ہمیشہ یہ رہتی ہے کہ صرف ایک ہی منظر مت دیکھو زمین پر چلتا دیکھو تو کہکشاں سے گزرتا ہوا بھی دیکھو۔ اے دیکھنے والو! اگر کسی کا بوجھ اٹھاتا دیکھو تو سورج کا پلٹنا بھی تو دیکھو تو اے دیکھنے والو اگر دندانِ مبارک کا شہید ہونا دیکھو تو معراج شریف کی رات سینہ شق ہو گیا قطرۂ خون نہ نکلا یہ بھی تو دیکھو اے دیکھنے والو یہ بھی دیکھو وہ بھی دیکھو۔ اس لئے کہ جب تک تم میرے رسول کو اٹھتا بیٹھتا دیکھو گے کھاتا پیتا دیکھو گے، سوتا جاگتا دیکھو گے میرے رسول کو دندانِ مبارک کا شہید ہونا دیکھو گے جب تک تم یہ سب دیکھتے رہو گے۔ اس رسولِ خدا کو خدا نہیں کہہ سکتے اور جب قابَ قوسین میں دیکھو گے۔ جب سدرہ کے اوپر دیکھو گے جب سورج کو پلٹاتا دیکھو گے جب چاند کو ٹکڑے کرتا دیکھو گے جب جانوروں سے سجدہ کراتے دیکھو گے جب کنکریوں سے کلمہ پڑھاتا دیکھو گے تو اس رسول کو اپنی طرح نہیں کہہ سکتے، اپنے جیسا نہیں کہہ سکتے۔ اسی لئے میں کہتا ہوں یہ بھی دیکھو، وہ بھی دیکھو۔ نہ خدا کہہ سکو نہ اپنے جیسے کہہ سکو۔

فرض کرو۔ آپ کے شہر میں ایک صاحب آئے جن کا ایک دروازہ بند تھا۔ یعنی وہ سب کو ایک ہی آنکھ سے دیکھتے تھے۔ وہ ایک روز نکلے اور ڈیوزبری کی گلیوں کی سیر کر کے آئے اور آکر جناب آدم بھائی کے مکان میں پہنچے۔ انہوں نے کہا کہ بھئی آپ نے ہمارا شہر دیکھ لیا نا۔ ہاں صاحب دیکھ تو لیا کیسا شہر لگا۔ کیا آدم بھائی شہر تو اچھا ہے مگر ایک خامی ہے کہ جب میں ادھر سے جا رہا تھا تو ادھر کی دکان کھلی ہوئی تھی اور جب آ رہا تھا تو ادھر کی دکان کھلی ہوئی تھی اگر دونوں طرف کی دکانیں کھلی ہوتیں تو بڑا اچھا ہوتا۔ تو آدم بھائی نے کہا کہ بھئی ذرا خطا معاف کیجئے گا قصور معاف کیجئے گا۔ ہمارے شہر کی تو دو دکانیں کھلی ہوئی تھیں جناب ہی کی ایک دکان بند ہے اپنی دکان تو پہلے کھولو

تو لا الٰہ الا اللہ اسلام کا دعویٰ ہے اور محمد رسول اللہ اس دعویٰ کی دلیل ہے دیکھو آخری بات اور عرض کروں۔ دلیل کا کام کیا ہے۔ دلیل کا کام ہے اطمینان دینا اور دعوے کا کام ہے اضطراب دینا، بے قراری دینا۔ میں نے ایک دعویٰ کیا آپ پریشان ہوگئے یہ کیسے؟ دلیل دے دی۔ اچھا، ہاں سمجھ گئے تو دعوے نے مضطرب بنایا دلیل نے سکون دیا اور ہم دیکھتے ہیں حدیث میں ظاہر ہے کہ جب عرش پر لکھا گیا لا الٰہ الا اللہ تو ہیبت جلالِ الٰہی سے عرش کانپنے لگا اور جب لکھ دیا گیا محمد رسول اللہ تب اس کو سکون ہوگیا۔ دعوے کا کام ہے مضطرب کردینا، دلیل کا کام ہے سکون دے دینا۔ ہر ہر منزل میں دیکھو! دعویٰ اگر اضطراب دیتا ہے تو دلیل سکون بخشتی ہے۔

نزع کی کیفیت

آپ آگے چلیے ایک بہت سخت مرحلہ انسان کے ساتھ پیش آتا ہے۔ یہ نزع کی کیفیت ہے جو بہت ہی سخت مرحلہ ہے نزع کی کیفیت میں نہیں بتا سکتا ہے

نقشِ الفاظ میں احساس کی تصویر کہاں
بوئے گُل کے لئے فولاد کی زنجیر کہاں

احساس والی تو بتائی نہیں جا سکتی، مگر جس کا احساس بھی نہ ہو، اس کو کیا بتائیں؟ مگر علماء یہ کہتے ہیں بس ایسا محسوس کرو کہ کیکر کے کانٹے پر بھیگی ہوئی ہلکی چادر ڈال کر کھینچ لو تو ریشے ریشے کی حالت خراب نظر آتی ہے، عجیب وغریب کیفیت ہوگی ایسا محسوس ہوگا جیسے جسم کے ہر حصے سے کوئی کانٹے کو کھینچ رہا ہو، مگر میرے رسول نے کیا کہا سنو! مومن کی روح ایسے نکلے گی جیسے پھول سے خوشبو نکل جاتی ہے دعوے نے تو بہت ہیبت دے دی تھی، دلیل نے سکون دے دیا کیا مطلب؟ تفسیر روح البیان میں اس کی تفسیر یہیں ملی کہ ایک بزرگ نے خواب میں زیارت کی رسول پاک کی تو پوچھ لیا حضور نزع کی تکلیفیں تو بہت ہیں، مگر آپ کہتے ہیں کہ مومن کی روح ایسے نکلے گی جیسے پھول سے خوشبو نکل جائے سرکار آپ کا یہ کلام بلاغت نظام ہماری سمجھ میں نہ آسکا تو سرکار نے کہا سورۂ یوسف میں غور کرو۔

سورۂ یوسف میں جب انہوں نے دیکھا تو انہوں نے یہ دیکھا۔ یہ منظر ان کے سامنے آیا کہ جمالِ یوسفی مصر کی عورتوں کے سامنے بے حجاب ہوا تو سارے ہوش و حواس ان کے جمالِ یوسفی میں گم ہو گئے اور انہوں نے لیموں کے بجائے اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں۔ جب کوئی انگلی کاٹتا ہے تو تکلیف ہوتی ہے نا، مگر یقین جانو کہ مصر کی عورتوں کو احساس تک نہ ہوا۔ بات یہ ہے کہ ان کے حواس گم ہو گئے تھے جمالِ یوسفی میں تو درد ہوا محسوس نہ ہوا۔ تکلیف ہوئی، احساس نہ ہوا سارے احساس ادھر متوجہ ہو گئے تو رسول اپنے کرم سے فرمانا چاہتے ہیں کہ جب مومن کی روح نکلے گی تو جمالِ مصطفےٰ نگاہوں کے سامنے ہو گا، سارے ہوش و حواس گم ہو جائیں گے، روح نکل جائے گی، پتہ نہ چلے گا، درد ہو گا، مگر محسوس نہ ہو گا۔

درد ہو گا، محسوس نہ ہو گا۔ تکلیف ہو گی احساس نہ ہو گا تو لا الٰہ الا اللہ نے ایک اضطراب پیدا کیا تھا، جمالِ مصطفےٰ نے سکون دے دیا۔ دلیل کا کام سکون دینا ہے جہاں دعوےٰ کا جلال و ہیبت ہو وہاں دلیل جمال و رحمت ہو، مگر ایک بات کا خیال رہے کہ جو یہ کہتے ہیں کہ رسول ہمارے سامنے آ سکتے ہیں، انہیں کے سامنے تو آئیں گے اور جو کہتے ہیں نہیں آ سکتے معلوم ہوتا ہے نزع کی ساری تکلیفیں انہیں کیلئے مقدر ہو چکی ہیں۔

دوسری سخت منزل قبر کی ہے، وہاں بھی جہاں دعوےٰ ہے وہیں دلیل ہے۔

حشر کا منظر

تیسری منزل میں میں لے جاؤں۔ تشریحات میں لے جانے کا وقت نہیں ہے تیسری منزل کے بارے میں بتاؤں کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ قیامت کا دن ایسا دن ہو گا کہ ” دراں روز ظاہر گردد۔ وے نائب مالک یوم الدین ست حکم حکم او ست ۔۔ روز روز او ست “

قیامت کے دن یہ بات ظاہر ہو گی کہ میرا رسول مالک یوم الدین کا نائب و خلیفہ ہے حکم ہو گا تو رسول کا حکم ہو گا۔ وہ دن ہو گا تو رسول کا دن ہو گا۔ قیامت کے دن میں نے عالمِ خیال میں بارگاہِ رسالت میں عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول آپ ہی یہاں کے تاجدار ہیں تو بیٹھ جائیے کرسی پر

تاجداروں کا طریقہ تو یہی ہوتا ہے نا۔ وہ ایک جگہ بیٹھ کر حکم نافذ کرتے ہیں آپ بھی ملائکہ کو حکم دے دیجئے۔ اے ملائکہ دیکھو اگر کوئی میرا اُمتی جہنم میں جانے اس کے نکالنے کا بندوبست کرو۔ دیکھو میزان کی بھی خبر رکھو۔ دیکھو پُل صراط کو دیکھو۔ سرکار آپ حکم نافذ کیجئے۔ ایک جگہ بیٹھے بیٹھے اس لئے کہ آج حکم آپ کا حکم ہے۔ دن آپ کا دن ہے ؎

فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزم محشر کا
تمہاری شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

تو اے رسول آپ کو زیادہ پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ جو حکم دیجئے ملائکہ اس حکم پر عمل درآمد کریں گے۔ اور اس حکم کی بجاآوری کریں گے مگر یہ کیا بات ہے یہی رسول کبھی جہنم کے دروازے پر دکھائی دے رہے ہیں کبھی پُل صراط پر ہیں کبھی میزان کے سامنے ہیں بیٹھ کر تاجداروں کی طرح یہ حکم نافذ کر سکتے تھے۔ مگر ایسا نہیں۔ بات یہ ہے کہ میرے رسول کو تو ایک عجیب منظر پیش کرنا ہے انہیں جہنم کے دروازے پر بھی رہنا ہے، انہیں پُل صراط پر بھی رہنا ہے۔ انہیں میزان کے پاس بھی رہنا ہے صرف حکم دینے پر وہ اکتفا نہیں فرمارہے ہیں، اس لئے کہ جب میری اُمت کے گنہ گار جہنم کی طرف لائے جائیں گے، اس وقت ان کے قدم ڈگمگا رہے ہوں گے ان کے دل میں اضطراب ہوگا اور جب جہنم کے دروازے پر مجھے دیکھیں گے، تو انہیں سکون ہو جائے گا میرا نکالنے والا تو پہلے ہی موجود ہے میرا بچانے والا تو پہلے ہی سے موجود ہے تو لا الٰہ الا اللہ نے بے قرار کیا تو رسول نے اطمینان دے دیا۔ دلیل کا کام ہی اطمینان دینا ہے۔ ایسے ہی جب تم گناہوں کی گٹھڑی کو لے کر لرزتے ہوئے قدم، دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ میزان کی طرف بڑھو گے تو کتنی پریشانی ہوگی۔ کتنا اضطراب ہوگا مگر جب وہاں تم رسول کو دیکھ لوگے تو تمہیں اطمینان ہو جائے گا کہ کالی کملی والا تو پہلے ہی سے موجود ہے۔ جب تم پُل صراط پر سے گزر رہے ہوگے اس وقت تمہارے قدم، تمہاری لغزش کا کیا عالم ہوگا؟ مگر جب تم رسول کو دیکھ لوگے تو تمہیں اطمینان ہو جائے گا کہ اب میری لغزش پا مجھے گرا نہیں سکتی، میرا بازو تھامنے والا پہلے ہی سے موجود ہے دیکھو جہاں جہاں دعوے کا جلال دیکھو وہاں دلیل

کا جمال ہے۔ جہاں جہاں دعوے کی ہیبت ہے وہاں وہاں دلیل کی رحمت ہے تو لا الٰہ الا اللہ دعویٰ ہے اور محمد رسول اللہ دلیل ہے ؎

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

معجزہ کلیم اللہ

یقیناً آگیا تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے برہان۔ تمہارے پاس آگیا، سب کے پاس آگیا۔ یہ نہیں کہ صرف مکے والوں کے پاس آگیا یہ نہیں کہ صرف عرب والوں کے پاس آگیا۔ سب کے پاس آگیا اور جو آیا ہے وہ رب کا برہان ہے آؤ تنقید کرو۔ آؤ دیکھو اوپر دیکھو اور پرکھو۔ اس وقت تنقید کرنے والے بے چین ہوں گے دیکھیں ہمارے لیے برہان ہیں کہ نہیں۔ ہمارے لئے احسان ہیں کہ نہیں، ہمارے لئے دلیل ہیں کہ نہیں تنقیدی نظر رکھنے والے خوب آئے اور میرے رب نے اپنے رسول کو مطمئن کر دیا آنے دو ان آنے والوں کو کس کمال کی یہاں کمی ہے۔ کس معجزے کی یہاں کمی ہے۔ جس نقطۂ نظر سے یہ دیکھیں گے آپ کو باکمال پائیں گے۔ آنے دو آنے والوں کو۔ یہ چیلنج کر دیا آجاؤ تو سبھی دوڑے ہوں گے نا! دو ایک مثال دے کے آگے بڑھوں۔ حضرت کلیم علیہ السلام کے ماننے والے کیا نہ آئے ہوں گے۔ جائزہ لینے کے لئے یہ سوچ کر یہ ہمارے لئے بھی تو برہان ہیں۔ حضرت کلیم علیہ السلام کا ماننے والا جب پہنچا ہوگا تو اس کے ذہن میں یہ نقشہ بھی تو ہوگا کہ میرے کلیم وہ ہیں جن کو شرفِ ہمکلامی حاصل ہوا کوہِ طور پر مگر بتاؤ جب وہ رسول کی بارگاہ میں پہنچا ہوگا تو اس کی کیفیت کیا ہوئی ہوگی۔ اس نے یہ دیکھا تھا کہ حضرت کلیم علیہ السلام کیلئے قانون تھا۔ اے کلیم کچھ کہنا ہے تو طور پر آؤ۔ اے کلیم کچھ سننا ہے تو طور پر آؤ۔ اے کلیم کچھ لینا ہے تو طور پر آؤ۔ قانون بنا تھا۔ ضابطہ بنا تھا۔ مگر حبیب کے لئے کہا گیا۔ اے حبیب! کچھ کہنا ہے۔ صفا و مروہ آنے کی ضرورت نہیں۔ حرم میں جانے کی ضرورت نہیں کعبے میں بھی جانے کی ضرورت نہیں۔ اے حبیب! کچھ کہنا ہے طور پر آنے کی ضرورت نہیں اے حبیب کچھ کہنا ہے تو بیت المقدس میں بھی آنے کی ضرورت نہیں۔ اے حبیب کچھ کہنا ہے جبلِ حرا پر بھی آنے

کی ضرورت نہیں۔ اے حبیب! کچھ کہنا ہے تو جبلِ طور پر بھی آنے کی ضرورت نہیں۔ اے حبیب! اگر کچھ کہنا ہے تو زبان بھی ہلانے کی ضرورت نہیں۔ نظر اٹھاؤ تو قبلہ بدل دیا جائے ؎

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

دیکھو حضرت کلیم علیہ السلام کو شرف ہمکلامی ضرور حاصل ہوا۔ مگر سنو حضرت کلیم وہی تھے جو طالبِ جلوہ تھے۔ حضرت کلیم کا کہنا یہ تھا اے رب دکھا دے اپنا جلوہ: اور حبیب سے جلوہ کہہ رہا ہے اے حبیب آ کے دیکھ جا۔ یہاں دکھانے کا اصرار ہے اور وہاں دیکھ جانے کی بات ہے۔ تو جلوہ طالبِ حبیب اور کلیم طالبِ جلوہ۔ یہ منظر دیکھ کر یقیناً کلیمی جھوم جائے گا حضرت کلیم علیہ السلام کا ایک معجزہ یہ بھی ہوگا۔ کیا زبردست معجزہ تھا۔ یعنی ایک پتھر سے بارہ چشمے جاری ہو گئے۔ مگر آج کا ذہن بھی عجیب و غریب ہے۔ حضرت کلیم علیہ السلام کے معجزے کے وقار کو کم کرنے کیلئے ایک بات تخلیق کی گئی۔ کہا گیا سنو جی! اس پتھر کے اندر پانی بھرا ہوا تھا اور دروازہ بند تھا۔ حضرت کلیم علیہ السلام نے عصا مارا اور دروازہ کھل گیا، پانی بہہ نکلا۔ یہ کون سی کمال کی بات ہے؟ پتھر ہی سے تو پانی نکلتا ہے۔ حضرت کلیم علیہ السلام نے کیا کیا: ایک نبی کے عظیم معجزے کے اندر تحریف کی جا رہی ہے، مگر سنو وہاں تو پتھر سے پانی نکلنے کی بات ہے اور رسول کی انگلی کی گھائیوں سے پانی بہہ نکلا۔ یہ منظر کلیمی دیکھ رہا ہے۔ کوئی بے وقوف انسان بھی یہ نہ کہے گا کہ ہاتھ میں پانی بند تھا یا ہاتھ میں پانی بھرا ہوا تھا۔ دروازے بند تھے۔ رسول نے کھول دیئے۔ سب نکل آیا۔ یہ کوئی بیوقوف بھی نہیں کہے گا اور اگر کوئی کہہ دے، تو آپ کیا کریں گے؟ ہمارا دور خراب ہے نا تو کیا عجب ہے کوئی عقل کا اندھا بول پڑے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ میں پانی بھرا ہوا تھا، دروازہ بند تھا۔ رسول نے کھول دیا۔ تو ایسے سے صرف ایک بات کہی جائے وہ یہ کہ دیکھو تمہارے سوچنے سمجھنے کی ساری کھڑکیاں بند ہیں۔ میری خواہش تو یہ ہے کہ یہ بند کھلے، مگر اس بند پر کسی دیو کا پہرہ بیٹھا ہوا ہے، تو کھلنے کی امید کیا کی جائے؟

حُسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضرت مسیح کا معجزہ

حضرت مسیح علیہ السلام کا معجزہ دیکھنے والے سوچیں گے اللہ اکبر قم باذن اللہ کہہ دیں ؛ تو مُردہ زندہ ہو گئے ۔ مگر میں تیزی سے آپ کو آگے لے جانا چاہتا ہوں ۔ کیا اس مائک کو آپ مردہ کہیں گے ؛ کیا اس اسٹیج کو آپ مردہ کہیں گے ؛ کیا ان کرسیوں کو آپ مردہ کہیں گے ؛ مردہ اسے نہیں کہتے جس میں روح نہ ہو ۔ مردہ اسے کہتے ہیں جس میں روح کی صلاحیت ہو ۔ روح نہ ہو تو حضرت مسیح علیہ السلام کا کام کیا تھا ؛ حضرت مسیح کا معجزہ تو یہی تھا کہ نکلی ہوئی روح کو پلٹا دیا ایسے میں روح ڈالی جسمیں پہلے سے روح موجود تھی ، تو نکلی ہوئی روح کو پلٹا دیا ۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے مگر میرے رسول نے بے روح کنکریوں سے کلمہ پڑھایا ۔ بے روح کنکریوں میں روح ڈال دی ہے

حُسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

جمالِ یوسفی

اور جب حضرت یوسف علیہ السلام کے جمال کی بات آتی ہے تو پھر وہ شعر آخری شعر ہے ۔ اس سے زیادہ بہتر بات کہی نہیں جا سکتی ہے

حُسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردانِ عرب

حُسنِ یوسفی وہ تھا جہاں عورتوں کی انگلیاں کٹ گئیں ۔ انہوں نے کاٹی نہیں تھیں ۔ بلکہ کٹ گئی تھیں ۔ ہوش و حواس میں نہیں ، بے حواسی میں ۔ مردوں کی بات نہیں عورتوں کی بات ہے غور کیجئے وہاں عورتوں کا معاملہ ہے مردوں کا نہیں ۔ وہاں معاملہ بے حواسی کا ہے ۔ حواس

کا نہیں۔ وہاں کٹنے کا منظر ہے، کاٹنے کا نہیں ہے۔ مگر اے رسول آپ کا یہ جہاں ہے یہاں مردانِ عرب اپنی گردنیں کٹا رہے ہیں۔ یہاں عورتوں کا معاملہ نہیں۔ مردوں کا ہے۔ یہاں بے حواسی کا معاملہ نہیں ہوش و حواس کا ہے۔ یہاں کٹنے کا معاملہ نہیں کٹانے کا ہے ۔

حُسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں

سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردانِ عرب

معجزہ ابراہیمی

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ دیکھنے والوں نے دیکھا ٹھیک ہے کہ نورِ محمدی کی برکت اس میں موجود ہوتی تھی۔ مگر سنو ذاتِ ابراہیم علیہ السلام کی بابرکت شخصیت سے بھی کسے انکار ہے، نارِ نمرود میں گئے۔ آتش کدہ گُل کدہ ہوگیا۔ جب آگ ٹھنڈی ہوگئی، تو اب جلانے کی کیا بات ہے؛ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ یہ تھا کہ آگ ٹھنڈی ہوگئی۔ پہنچے آگ میں، ٹھنڈی ہوگئی مگر خیال رہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات وہاں گئی تھی۔

مگر دوستو! یاد کرو کہ رسول کے ہاتھ سے لگے ہوئے اس رومال کو جو صحابیِ رسول کے پاس محفوظ ہے۔ وہ رومال جب کہ وہ میلا ہوجائے یا اسے کبھی دھونے کی ضرورت آجائے تو وہ اس رومال کو جلتے ہوئے تنور میں ڈال دیتے تھے اور تنور میں ڈالنے کے بعد جب اُسے نکالتے تھے، تو وہ بالکل دُھل کر صاف شفاف نکلتا تھا۔ سنو! وہاں ذاتِ ابراہیم گئی تھی وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام خود گئے تھے۔ یہاں رسولِ خدا نہیں گئے تھے۔ رسول کی نسبت گئی تھی، رسول کا تعلق گیا تھا۔ انگلی تک تو نہیں گئی تھی۔ رسول کا کوئی لباس مبارک بھی تو نہیں گیا تھا۔ صرف نسبت گئی، وہاں آتش کدہ گُل کدہ بن گیا۔ مگر یہاں آگ ہے اور اپنی حرارتوں کو جس نے نہیں کھویا ہے۔ لیکن جلانے کی ہمت نہیں ہے۔ یہیں سے پتہ چل گیا جب نسبت لے کر تنور میں ایک کپڑا جاتا ہے تو آگ نہیں جلا پاتی۔ تو اگر تمہارے دل میں رسول کی محبت ہو تو جہنم میں جلانے کی طاقت کہاں سے آئے گی ۔

خطبہ (۶)

رحمتِ عالم

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝

مَنَّ عَلَيْنَا رَبُّنَا اِذْ بَعَثَ مُحَمَّدًا ∴ اَيَّدَهٗ بِاَيْدِهٖ اَيَّدَنَا بِاَحْمَدَا

اَرْسَلَهٗ مُبَشِّرًا اَرْسَلَهٗ مُمَجَّدًا ∴ صَلُّوْا عَلَيْهِ دَائِمًا صَلُّوْا عَلَيْهِ سَرْمَدًا

وہ ہر عالم کی رحمت ہیں کسی عالم میں رہ جاتے ∴ یہ ان کی مہربانی ہے کہ یہ عالم پسند آیا

بلکہ یوں کہیے

وہ ہر عالم کی رحمت ہیں وہ ہر عالم میں رہتے ہیں ∴ بہ فیض رحمۃ للعالمین رحمت ہی رحمت ہے

کرم سب پر ہے کوئی ہو کہیں ہو ∴ تم ایسے رحمۃ للعالمین ہو

شریک عیش و عشرت سب ہیں لیکن ∴ مصیبت کاٹنے والے تمہیں ہو

اگر خموش رہوں میں تو تو ہی سب کچھ ہے۔

جو کچھ کہا تو تیرا حُسن ہو گیا محدود

درود شریف تین بار۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی اَنْ تُصَلِّیَ عَلَيْهِ۔

ترجمہ:۔ اے محبوب! ہم نے تجھے نہیں بھیجا، لیکن سارے عالم کیلئے رحمت بنا کر۔

میں نے جس مشہور و معروف آیہ کریمہ کی تلاوت کا شرف حاصل کیا ہے۔ اس کا سیدھا سا ترجمہ عرض کر دیا۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ میں نے تمہیں سارے عالم کیلئے صرف رحمت بنا کر بھیجا یہ رسالہ بھی عجیب چیز ہے میں ہلکی زبان میں آپ سے یک بات عرض کروں جس کو آپ بھیجنا

کہتے ہیں۔ بھیجنا، وہ بھیجنا بھی ایک عجیب چیز ہے لوگ یہی بولتے ہیں۔ یہ بھیجا۔ فلاں نے بھیجا اس لئے بھیجا۔ یہاں سے بھیجا، وہاں تک بھیجا۔ آج ہم کو یہ غور کرنا ہے کہ بھیجنے کا وجود کب پایا جاتا ہے۔ یہ بھیجنا کب پایا جائے گا۔ بھیجنے کیلئے چند باتوں کا وجود بہت ضروری ہے۔ بھیجنے کیلئے ایک بھیجنے والا ضروری ہے۔ کوئی بھیجنے والا ہی نہ ہو تو یہ بھیجنا کیسے پایا جائے گا؟ اس طرح بھیجنے کیلئے ایک چیز اور ضروری ہے، جس کو بھیجا جائے اگر کوئی ایسی چیز ہی نہ ہو تو بھیجنا کیسے پایا جائے گا۔ آپ کے پاس ایسی کوئی چیز ہی نہیں جسے آپ بھیجیں تو یہ بھیجنے کا وجود کیسے ہوگا۔

الغرض بھیجنے کیلئے دو چیزوں کا ضروری ہونا ظاہر ہو گیا۔ ایک ہو بھیجنے والا اور ایک ہو وہ جس کو بھیجا جا رہا ہے۔ اس لئے بھیجنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ایک وہ جس کی طرف بھیجا جائے۔ اگر ایسا کوئی نہیں، تو پھر کدھر جائے گا۔ یوں ہی یہ بھی ضروری ہے کہ جو بھیجنے والا ہو وہ اور ہو اور جدھر بھیج رہا ہو وہ اور ہو۔ تو یہ چیز جو بھیجی جا رہی ہے۔ اگر اس کو بھیجنے والے سے ملایا تو غلطی ہوگی۔ بھیجنے والا اور ہے اور یہ چیز جو بھیجی جا رہی ہے، وہ اور ہے اور جدھر بھیجی جا رہی ہے وہ اور ہے تو جب سب اور ہے تو نہ اس کو ادھر سے ملا سکتے ہیں، نہ ادھر سے ملا سکتے ہیں۔ الغرض جب یہ سارے امور جمع ہو جائیں گے، اسی وقت بھیجنے والے کا وجود ملے گا۔

مُرسِل اور مُرسَل

علماء اگر بولیں گے مولانا عبدالوہاب صاحب اگر یہ مسئلہ آپ کے سامنے رکھیں گے تو کہیں گے، سنو جی ارسال کے لئے ایک ضروری چیز ہے۔ جس کا نام مُرسِل اور ارسال کیلئے ایک دوسری چیز ضروری ہے جس کا نام ہے مُرسَل۔ اور ارسال کیلئے ایک تیسری چیز ضروری ہے جسکا نام ہے مرسل الیہ مرسِل بھیجنے والا۔ مُرسَل جس کو بھیجا جائے اور مرسل الیہ جس کی طرف بھیجا جائے اس مفہوم کو میں ہلکے انداز میں عرض کر رہا ہوں۔ ایک ہے بھیجنے والا۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ جس آیہ کریمہ میں ایک ارسال کا ذکر ہے ایک بھیجنے والے کا ذکر ہے۔ بھیجنے والا ہے کون۔ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ۔ یہاں سے دو باتیں ملیں۔ اے محبوب! ہم نے بھیجا اور صرف تمہیں بھیجا معلوم ہوا،

کو بھیجنے والا ہے خالق کائنات اور جس کو بھیجا جارہا ہے وہ ہیں سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اب ہمیں تلاش یہ کرنا ہے کہ کس کی طرف بھیجا ہے اور پھر بھیجنے والے نے کیا بنا کے بھیجا ہے۔ تو نبا کے بھیجا۔ رحمۃ للعالمین عالمین کی طرف بھیجا۔

عالمین کی تشریح

یہ عالمین کیا ہے؟ ذرا مختصر سا لفظ ہے اور چند حروف سے بنا ہوا ہے، مگر آپ نے دیکھا نہیں یہ عالمین کا دامن بہت وسیع ہے۔ عالمِ نباتات، عالمِ حیوانات، عالمِ جمادات، عالمِ ناسوت، عالمِ طاغوت عالمِ ملکوت، یہاں کا عالم، وہاں کا عالم، شمال کا عالم، جنوب کا عالم، مشرق کا عالم، مغرب کا عالم، جوانی کا عالم، بچپنے کا عالم، جتنے بھی عالم ہوسکتے ہیں ان سب کو سمیٹو تو عالمین بنتا ہے ماسوا اللہ تمام عالم کو سمیٹتے چلے جاؤ۔ یہ عالمین بھی ایک اعتبار کے حساب سے کہا گیا ہے ورنہ یہ عالمین کا لفظ عالم کے اجمال میں موجود ہے۔ الغرض تمام عالم کو سمیٹ لو تو تب جاکر ایک عالمین بنتا ہے۔ عالمین کی وسعت کو سمجھنا ہے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے سمجھو۔ تمام تعریف مخصوص ہے اللہ تعالیٰ کیلئے جو سارے عالم کا رب ہے۔ تو اب عالمین کی وسعت کو سمجھنا ہے تو اس آیت سے سمجھو کہ عالمین کا دائرہ کتنا بڑا ہے تو ان سارے عالمین کو ایک منزل پر رکھو یہ وہ ہیں جن کی طرف بھیجا جارہا ہے۔ رسولِ عربی وہ ہیں جن کو بھیجا جارہا ہے خالقِ کائنات وہ ہے جو بھیج رہا ہے۔ اس مقام پر ایک بات اور بھی کہتا چلوں۔ خدا بھیج رہا ہے یہ خدا کا بھیجنا ہے اس کیلئے بھی ایک بات ضروری ہے۔

مثال کے طور پر حضرت مولانا حمید صاحب کہیں جارہے تھے، ان کی جیب میں ایک لفافہ تھا۔ اس پر کچھ لکھا تھا۔ انہوں نے پتہ وغیرہ نوٹ کیا تھا۔ میں نے ان کی جیب سے نکالا اور نکالنے کے بعد جاکر لیٹر بکس کے اندر اس کو ڈال دیا۔ کیا اسے میرا بھیجنا کہا جائے گا؟ ہرگز نہیں، اس لیئے کہ یہ میرا لفافہ نہیں ہے۔ اس پر میری تحریر نہیں تھی۔ میں نے اس کو اپنا نہیں بنایا تھا۔ الغرض میرا بھیجنا اس وقت کہا جائے گا جب میں پہلے اپنا بناؤں تب بھیجوں کسی کی

جیب سے نکال کر بھیجا تو یہ میرا بھیجنا نہیں ہوگا یا کسی نے مجھے دے دیا کہ جاکر پوسٹ کرا دو یہ بھی میرا بھیجنا نہیں ہوگا بلکہ اصل میں بھیجنے والا وہ ہے جس کی وہ ملکیت تھی جس نے اس کو اپنا بنایا تھا، جس نے اس کو اپنا قرب دیا تھا۔ جس نے اپنی صحبت سے نوازا تھا جس کی تحریر اس پر درج ہے جس کا نام اس پر لکھا ہے، اسی کا بھیجنا کہا جائے گا تو معلوم ہوا کہ بھیجنے سے پہلے اپنا بنانا بھی ضروری ہے۔

نازک فرق

المختصر خالقِ کائنات نے سرورِ کائنات رسولِ عربی کو عالمین کی طرف بھیجا۔ تو اب سب کے مقام کو اپنی جگہ پر سمجھو۔ اب اگر تم رسول کو خدا سے ملاؤ گے جب بھی غلطی ہوگی اور عالمین میں رکھ کر دیکھو گے تب بھی غلطی ہوگی یہاں اس نازک فرق کو سمجھ لو کہ رب نے بھیجا، رسول کو بھیجا۔ عالمین کے لئے بھیجا تو عالمین وہ ہیں جو مُرسَلَ اِلَیهِم ہیں۔ رسول مرسل ہیں۔ اب اگر مرسل کو مرسل الیہم کے اندر رکھ کر دیکھا جائے گا تو کوئی اسے سمجھ سکے گا؟ تو کیا کوئی اس کا عرفان حاصل کر سکے گا کیا کسی کو اسکی معرفت حاصل ہو سکے گی تو الغرض رب تبارک وتعالیٰ کے اس بھیجنے سے پتہ چل گیا کہ جتنے دائرے کیلئے میرے رسول کو بھیجا گیا ہے وہ دائرہ اور ہے جس کے لئے رسول کریم کو کسی مصلحت سے رحمت بنا کر بھیجا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب محتاج تھے کسی رحمت کے کسی مہربانی کے، کسی فضل کے۔ رب تعالیٰ نے کہا اے محبوب ہم نے تجھے اپنا فضل بنا کے بھیجا ہے تو اب ذرا غور کرو ایک وہ ہے جو رحمت ہے اور ایک وہ ہے جو رحمت کے چاہنے والے ہیں۔ اگر اس رحمت کو ان محتاجوں کے بیچ میں رکھ کر دیکھا جائے گا تو کوئی کیا سمجھے گا!

بھیجنے سے پہلے اہتمام

رب تبارک وتعالیٰ نے اپنا بنا کے بھیجا۔ دیکھیے اسی لیے بھیجنے سے پہلے بڑا اہتمام برتا گیا اور رسول کریم نے بہت واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔ سب سے پہلی میری مخلوق میرا نور ہے کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد میں نبی تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام روح و

جسد کی منزلیں طے کر رہے تھے۔ کنت نبیا و اٰدم لمنجدل فی طینتہ میں نبی تھا اور حضرت آدم علیہ السلام آب و گل کی منزلیں طے کر رہے تھے۔ کنت نبیا و اٰدم بین الماء والطین۔ میں نبی تھا اور حضرت آدم علیہ السلام آب و گل کی منزلیں طے کر رہے تھے۔

ذرا غور تو کرو۔ معلوم یہ ہوا کہ بھیجنے والے نے بھیجنے سے پہلے اپنے قریب کیا اور بہت قریب کیا۔ اور ایسے وقت میں قریب کیا کہ کائنات کی کسی چیز کا وجود ہی نہ تھا میں یہ پوچھتا ہوں کہ اس قربت کے انوار و برکات اور حسنات و تجلیات کے ظہور کا عالم کیا تھا اتنا قریب، کس کے قریب قادرِ مطلق کے قریب، کس کے قریب عالم الغیب والشہادۃ کے قریب۔ کس کے قریب! خالقِ کائنات کے قریب۔ کس کے قریب! مختارِ کائنات کے قریب۔ نورِ مطلق کے قریب اب اس قربت سے کیا فائدہ مرتب ہوا؟ آپ نہیں کہہ سکتے کہ خدا نے کوئی بات بے حکمت و بے مصلحت کہی۔ میں ایک بہت ہی دیہاتی اور دیہاتی مثال عرض کروں کہ قربت سے فائدہ اگر سمجھ میں نہ آئے تو تھوڑی دیر کیلئے ایک ایسے ماحول میں پہنچ جائیے، جہاں ایک لوہا آپ کے سامنے ہو اور وہ لوہا آگ کے اندر نظر آ رہا ہو۔ سیاہ فام لوہا۔ سخت مزاج لوہا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب وہ نکلا تو آپ لوہے سے پوچھیں گے، بول تجھے آگ کی قربت سے کیا ملا؟ تو پھر وہ یہی جواب دیگا کہ سنو جی پہلے میرا رنگ بالکل سیاہ تھا۔ اب میری رنگت بالکل سرخ ہے۔ پہلے میرے اندر یہ حرارت نہیں تھی اب میرے اندر اتنی حرارت آگئی ہے سنو جی مجھ میں اثر قبول کرنے کی طاقت موجود تھی اور میں جس کے قریب ہوا، اس میں اثر دینے کی طاقت تھی تو میری باتوں کو اس نے نکال دیا اور اپنی خاصیت مجھے عطا کر دی۔ سرخی اس میں تھی اُس نے مجھے دے دی۔ حرارت اس میں تھی، اس نے مجھے دے دی۔ گرمی اس میں تھی اُس نے مجھے دے دی۔ میں تو لوہا ہی ہوں۔ مگر اب اس کا جو کام ہے وہ میں کروں گا۔ اگر وہ جلائے گی تو میں بھی جلا دوں گا اگر اس سے حرارت ملتی ہے تو مجھ سے بھی حرارت لی جا سکتی ہے۔

چنبیلی کا تیل

الغرض اس نے میرے اندر جو تھا وہ نکال دیا۔ اور اپنے اندر جو تھا وُہ مجھے دے دیا اور آگے چلئے۔ کیا آپ یہ نہیں کہتے کہ یہ چنبیلی کا تیل ہے۔ یہ فلاں چیز کا تیل ہے۔ بولیئے یہ چنبیلی کیسی ہوتی ہے؟ کبھی چنبیلی کا دانہ آپ نے دیکھا ہے؟ چنبیلی کا پھول تو ضرور سنا ہو گا، مگر چنبیلی کا تیل کیا ہوتا ہے؟ اچھا آیئے سُنیئے یہی جسے آپ تِل کہتے ہیں۔ اسی تِل کو چنبیلی میں لبھاتے ہیں۔ اور لبلانے کا یہ طریقہ بتایا گیا ہے کہ چنبیلی کے پھولوں کو پھیلا دیا چاندنی رات میں۔ کھلی ہوئی فضا میں اور اس پر تِل کے دانے کو ڈال دیا۔ اس پر پھر پھولوں کو بچھا دیا۔ پھر دانے ڈالے، پھر اس پر چنبیلی کے پھول بچھائے ان سب کو کھلے آسمان کے نیچے کئی دن تک رہنے دیا اس کے بعد وہی دانے نکال لیے گئے اب آؤ وہ تِل جو پھیلائے گئے تھے اس کے دانے کو لے آؤ۔ اور یہ تِل جو چنبیلی میں لبا ہوا ہے اس کے دانے کو لے آؤ۔ بالکل سامنے رکھ دو۔ نہ قد و قامت میں فرق ہے اور شکل و صورت میں۔ نہ وزن میں فرق ہے نہ اور کسی بات میں۔ بالکل ایک ہی چیز معلوم ہوتی ہے مگر ذرا پیس کر دیکھو۔ تیل نکال کر کے دیکھو، تو اس میں تِل کا تیل نکلتا ہے اور اسمیں چنبیلی کا تیل نکلتا ہے۔ دونوں کی حقیقت ہی بدلی ہوئی نظر آرہی ہے۔ دیکھو یہ دونوں دانے ایک ہی پودے سے نکلے تھے بس آپ نے اتنا کیا کہ ایک کو چنبیلی سے لبا دیا اور ایک کو دور رکھا تو جو دور رہا، اس سے جو تیل نکلا اس کو آپ تِل کا تیل کہتے ہیں اور جو تِل کے دانے چنبیلی کے قریب رہے ان دانوں سے جو تیل نکلا اس کو آپ چنبیلی کا تیل کہتے ہیں۔ قیمت بدل گئی حقیقت بدل گئی، مہک بدل گئی، صورت بدل گئی وزن بدل گیا اثر بدل گیا یا تنی تبدیلیاں کہاں سے آئیں؟ پوچھو، اس تِل کے تیل سے آخر تم بھی اسی درخت سے نکلے تھے۔ تم بھی تو اسی درخت میں پھولے پھلے تھے۔ تِل کے دانو بتاؤ تمہارے اندر یہ بات کہاں سے آگئی؟ تو وہ جواب دیں گے، سنو جی کچھ دن چنبیلی کی صحبت مل گئی تھی، جو میرے اندر تھا وہ نکل گیا جو اس کے اندر تھا وُہ مِل گیا۔ اس میں تعجب مت کرو۔ شکل و صورت سے دھوکہ مت کھاؤ۔ ایک جیسا دیکھ کر

فریب مت کھاؤ۔ یہ بھی تو دیکھو کہ یہ کس کی بارگاہ قرب سے آ رہا ہے۔

عقلی استحالہ پیش کرو

دوستو آج تک کوئی عقلی استحالہ پیش نہ کر سکا کہ سارے دانے تو ایک ہی ہیں۔ پھر ایک سے تل کا تیل کیسے کیسے اور دوسرے سے چنبیلی کا تیل کیسے بن گیا؟ بلکہ آگ میں اثر دینے کی قدرت ہونا اور لوہے میں اثر لینے کی صلاحیت ہونا۔ یوں ہی چنبیلی کے پھولوں کا موثر ہونا اور تل کے دانوں کا متاثر ہونا اور پھر اس قربت وصحبت کے لازمی اثرات کا مرتب ہونا سبھی تسلیم کرتے ہیں مگر جب رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے قرب خداوندی کی بات آتی ہے تو پھر سمجھی بوجھی حقیقت بھی سمجھ سے بالاتر ہو جاتی ہے۔ اب یا تو صاف صاف کہہ دو کہ عالم الغیب والشہادۃ کی بارگاہ میں نقص پیدا ہو گیا ہے۔ نہ اسے اثر دینے کی قدرت ہے اور نہ رسول کریم میں اثر لینے کی صلاحیت اگر تم یہ بات کہتے ہو کہ اس کو قدرت نہیں اور ان میں صلاحیت نہیں۔ تب تو بات سمجھ میں آئے گی کہ ہاں آئے اور خالی جائے۔ عالم الغیب والشہادۃ کی بارگاہ سے آئے اور پیٹھ کے پیچھے سے بے خبر آئے۔ قادر مطلق کی بارگاہ سے آئے اور مجبور محض بن کر آئے۔ مقتدر اعلیٰ کی بارگاہ سے آئے اور اقتدار کا کوئی گوشہ ہاتھ میں نہ رہ سکا۔ یہ سب ایسی صورت میں ہو سکتا ہے جب اسے اثر دینے کی قدرت نہ ہو اور ان میں اثر لینے کی صلاحیت نہ ہو اور اگر وہ دینے پر قادر ہے اور یہ لینے کی صلاحیت رکھتے ہیں تو چنبیلی دے دے اور خدا تعالیٰ نہ دے سکے۔

کیا یہی معراج رسول ہے

میں آپ کو بتاؤں دوستو ایک مسئلہ میرے ذہن میں تھا۔ جب رسول کی معراج کا ذکر علمائے کرام کرتے تھے، تو میں سوچتا تھا کہ آخر اس میں رسول کی معراج کیا ہے؟ علمائے کرام ذکر کرتے تھے اور معراج کا سفر مکہ شریف سے شروع کرتے تھے۔ اس کے بعد مدینے سے ہوتے ہوئے آپ بیت المقدس تشریف لے گئے اور وہاں پر انبیاء کرام کی امامت کرائی اور پھر وہاں سے اٹھایا میرے سرکار کو۔ ذکر کر رہے ہیں اور بتلاتے جا رہے ہیں۔ یہ پہلا آسمان، یہ دوسرا آسمان۔ معراج کا

ذکر کرنیوالے تفصیلاً اور اس کے کوائف پیش کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اور میں سوچ رہا ہوں
اس میں کون سی معراج کی بات ہے۔ اگر میرا رسول مکے سے سفر کو نکلا۔ یہ رسول کی معراج
نہیں۔ مدینے پہنچا یہ رسول کی معراج نہیں بیت المقدس پہنچا۔ یہ رسول کی معراج نہیں
رسول نے اگر انبیاء کی امامت فرمائی، یہ کوئی معراج کی بات تو نہیں۔ آسمان پر گئے یہ کوئی معراج
کی بات نہیں۔ آسمان پر جانا۔ یہ رسول کی معراج نہیں۔ عرش پر جانا یہ رسول کی معراج نہیں جنت
میں جانا رسول کی معراج نہیں۔ جہنم کا مشاہدہ فرمانا، یہ رسول کی معراج نہیں۔ سدرۃ المنتہیٰ پر
جانا یہ رسول کی معراج نہیں۔ میں کیسے معراج مان لوں۔ معراج جانتے ہو کسے کہتے ہیں؟ معراج تو
کہتے ہیں کہ اپنے مقام سے کوئی بلند ہو جائے جو اس کا واقعی مقام ہو، اس سے کوئی بلند ہو جائے
تو اسے اس کی معراج کہی جائے گی۔ اس لئے تو میں سوچ رہا تھا کہ عرش پر جانا رسول کی معراج نہیں
خاک کے وہ ذرے جو رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسمِ مبارک سے لگے ہوئے ہیں، وہ
عرش سے بھی افضل ہیں اور کعبے سے بھی افضل ہیں تو جب جسم مبارک سے لگے ہوئے خاک
کے ذرے جس عرش سے افضل ہوں اس عرش پر آپ کا پہنچنا کیا آپ کی معراج ہو گی؟ رسول کے
غلام جنت میں رہیں گے تو کیا رسول جنت میں جائیں گے تو رسول کی معراج ہو گی؟ آسمانوں پر جو
فرشتے ہیں، وہ سب غلام ہیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وہاں تو غلام رہتے
ہیں۔ یہ چلے جائیں گے تو یہ کوئی معراج نہیں ہے۔ میں یہی سمجھ رہا تھا، نہیں، یہ رسول کی معراج
نہیں ہے۔ رسول اگر مدینے گئے تو یہ مدینے کی معراج ہے رسول اگر بیت المقدس گئے تو یہ
بیت المقدس کی معراج ہے۔ رسول اگر آسمان پر گئے تو یہ آسمان کی معراج ہے رسول اگر عرش پہ
گئے تو یہ عرش کی معراج ہے۔ رسول اگر جنت میں گئے تو یہ جنت کی معراج ہے یہ معراج کی
رات ہے رسول کی معراج نہیں، کائنات کی معراج ہے۔ ساری دنیا کی معراج ہو رہی ہے

ذرے ذرے کو رسول کریم اپنے قدموں سے معراج دے رہے ہیں سب کو عروج بخش
رہے ہیں۔ سب کو ارتقاء کی منزلوں سے ہم آغوش کر رہے ہیں۔ اب آپ ہی غور کیجئے کہ آخر آپ

رسول کی معراج کیا ہوئی؟ سنبھل کر جواب دینا۔ اس لئے کہ سرکارِ عربی کی تعریف کرنے میں بہت احتیاط برتنی پڑتی ہے۔ احتیاط کی بات کا اندازہ اس سے لگائیے کہ اکثر تعریف کرنے والے لوگ مبالغہ سے کام لیتے ہیں اور یہ مبالغہ بھی جائز ہے یعنی کسی کی آپ تعریف کو بڑھا چڑھا کے کریں کسی نے محبوب کی تعریف کی۔ چہرے کی تشبیہ چاند سے دے دی کسی نے پسینے کی تشبیہ گلاب کی مہک سے دے دی۔ تو اس طرح سے مبالغہ شعر و شاعری میں بھی جائز ہے کچھ خوبیاں ہوں اور جب انہیں آپ بیان کریں، تو اس میں تھوڑا سا بڑھا کر بیان کریں۔

مگر میں آپ کو بتاؤں دوستو! رسول کی ذات ایسی ذات ہے کہ رسول کے صفات و کمالات کا جب ذکر ہو تو وہاں مبالغہ کرنا جائز نہیں۔ مگر میں اور بھی گہرائی میں اترا اور گہرائی میں اترتے اترتے اس منزل تک پہنچا کہ میرے ضمیر نے آواز دی کہ یہ رسول وہ رسول ہیں کہ جن کے کمالات میں اگر تم مبالغہ کروگے تو کفر ہو جائے گا۔ دیکھو ساری دنیا کے اہلِ کمال کے کمال کو بیان کرو اور تھوڑا مبالغہ کردو تو یہ جائز ہے۔ بالکل جائز ہے کسی بھی نبی کی تعریف کرو اور کوئی ایسی خاص بات پیش کرنا ہو کہ تھوڑی سی بات آگے بڑھتی ہوئی نظر آئے بالکل جائز ہے۔ کسی بھی خوبیوں والے کی تعریف کرو تو تھوڑا سا آگے بڑھا کر مثال دے دو بالکل جائز ہے مگر میرے رسول کی تعریف کے اندر اگر تم مبالغہ کروگے تو کفر ہے۔ رسول کی تعریف میں تم مبالغہ نہیں کرسکتے اسلئے کہ رسول کی تم جو تعریف کروگے اور جتنی تعریف کروگے وہ مبالغہ نہیں بنے گا وہ تو حقیقت سے بھی کچھ کم ہے۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر تو خدا تعالیٰ کے بعد جو کہوگے، وہ حقیقت بنے گی مبالغہ نہیں بنے گا اب مبالغے کی صرف یہی ایک صورت ہے کہ مصطفٰے کو کبریا کہہ دو یہ یقیناً کفر ہے ممکن کو واجب کہہ دو، یہ کفر نہیں تو اور کیا ہے؟ عطائی والے کو ذاتی بنا دو، یہ کفر نہیں تو اور کیا ہے؟ اسلئے کہ رسول کمالات کی اس منزل پر ہیں کہ اب آگے بڑھانے کی گنجائش نہیں۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

ع۔ حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری ٭ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

تو ایسے رسول کی معراج کیا ہوگی؟ مقامِ دنیٰ فتدلیٰ پر پہنچے تو کیا یہ رسول کی معراج ہے؟ نہیں یہ اس مقام کی معراج ہے جسے میرے رسول نے قدمِ ناز سے نوازا۔ عقل نے آواز دی کہ یہاں کہاں چکر لگا رہے ہو؟ یہ کائنات میں گھومنا۔ یہ کائنات کی سیر کرنا۔ قرآن نے کب کہا ہے کہ یہ رسول کی معراج ہے۔ قرآن تو کہتا ہے کہ یہ رسول کی سیر ہے۔ سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ۔ پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو جو لے گیا اپنے بندے کو۔ یہ تھوڑا ہی کہا ہے کہ جس نے معراج کرائی، تو یہ سیر بندے کی ہے اور معراج کائنات کی ہے۔

رسول کی معراج کیا ہے

اب سیر کی حقیقت بھی سمجھ لیجئے۔ سیر کہتے ہیں ٹہلنے کو ایسا ٹہلنا جو طبیعت کو بوجھل نہ بنادے۔ اسی لیئے وہیں تک کا سفر سیر و تفریح کے دائرے میں آتا ہے جہاں کا جانا اور آنا آسان ہو۔ تھکاوٹ اور گرانیٔ طبع کا باعث نہ ہو۔ تو اب جس کو معراج کہا جا رہا ہے، وہ تو رسول کریم کی ایک معمولی سیر ہے تو اب رسول کی معراج کیا ہے؟ دوستو! رسول کی معراج یہ ہے کہ جب سرکار مقام دنیٰ فتدلیٰ پر پہنچے تو ایک تو ان کا انتقال مکانی تھا اور دوسرا ان کے قربت کا انتقال تھا۔ روحانی سفر تھا دونوں میں عظیم فرق ہے، میرے رسول نے صرف مکانی سفر نہیں کیا، بلکہ صفاتِ الٰہی کی بھی سیر شروع کی اب دیکھو رسول کی معراج کہاں سے ہو رہی ہے میرے رسول نے صفاتِ الٰہی کی سیر شروع کی صفاتِ الٰہیہ کی سیر کا کیا مطلب؟ کبھی صفت الرحیم سے گزر رہے ہیں۔ کبھی صفت الغفور سے گزر رہے ہیں کبھی صفت القادر سے گزر رہے ہیں۔ کبھی صفت العالم سے گزر رہے ہیں اور کبھی صفت المختار سے گزر رہے ہیں۔ ہر ہر صفت سے گزر رہے ہیں اور جس صفت سے گزرے وہ کمال سے کراتے۔ صفت الکریم سے گزرے تو کریم بن گئے۔ صفت الرحیم سے گزرے تو رحیم بن گئے۔ صفت القادر سے گزرے تو قادر بن گئے صفت المختار سے گزرے تو مختار بن گئے تو وہ صفاتِ الٰہیہ کی سیر کر رہے ہیں اور کمالاتِ الٰہیہ کے مظہر بن رہے ہیں دیکھا آپ نے یہ ہے میرے رسول کی حقیقی معراج جس نے مؤثر و متاثر کی قدرت و صلاحیت سے حجابات اُٹھا دیئے

الغرض قریب کر کے بھیجا، پہلے اپنا بنایا، اس کے بعد بھیجا۔ اس کو اپنا بنانے والے ہیں اس کو اپنے قریب میں رکھنے میں کیا مصلحت؟ اس کی طرف میں نے اشارہ کر دیا اب ہمارے سمجھنے کیلئے ایک چیز یہ رہ گئی کہ دیکھو ہر ایک کو منزل پر رکھو خدا وہ ہے جو بھیجنے والا ہے رسول وہ مرسل ہیں اور عالمین وہ ہیں جو مرسل الیہم ہیں۔ تو نہ اس رسول کو خدا سے ملا کر دیکھنا اور نہ اس رسول کو عالمین میں رکھ کے دیکھنا۔ اگر تم دیکھوگے تو سمجھ نہ پاؤگے کہ بھیجنے والا کون ہے کس کو بھیجا ہے؟ اور کدھر بھیجا؟ اس جگہ یہ بات بھی قابلِ غور ہے۔

پانچ روپے منی آرڈر

جب چیز بھیجی جاتی ہے تو کچھ اہتمام بھی کیا جاتا ہے مثلاً پانچ روپیہ اگر کوئی کہیں بھیجے۔ پانچ روپیہ کیا اگر ایک پیسہ بھیجنا چاہیں تو اس کے ساتھ اتنا بڑا فارم ہوتا ہے۔ پانچ روپے ہم نے اپنے بھائی کے نام بھیجے، تو ہم اور پانچ روپیہ اور ہمارا بھائی اور اب اگر کوئی بھائی کو پانچ روپے کہہ دے تو وہ بد دماغ ہی ہوگا۔ اگر ایسے ہی کوئی کہہ دے کہ بھیجنے والا ہی پانچ روپے ہے تو اس کو بھی مفتور العقل کہا جائے گا۔ تو یہ جو چیز جا رہی ہے، وہ اور ہے۔ اس کی حقیقت اور ہے اس کی ماہیت اور ہے، اس کا مقام اور ہے۔ اس کی منزل اور ہے یہ ظاہر ہو چکا کہ پانچ روپے یوں ہی نہیں بھیجتے۔ ایک فارم ساتھ ہوتا ہے۔ اس فارم میں کیا ہوتا ہے؟ فلاں نے بھیجا اور فلاں کی طرف بھیجا کس نے بھیجا اس کا پورا پتہ؟ کہاں بھیجا جا رہا ہے اس کا پورا پتہ؟ اس فارم میں اتنا ہی ہوتا ہے اور ایک کوپن ہوتا ہے اس پر آپ اگر کچھ خیریت لکھنا چاہیں تو وہ بھی لکھ سکتے ہیں جس کے پاس آپ بھیج رہے ہیں۔ اسکے پاس کوئی پیغام پہنچانا چاہیں تو لکھ سکتے ہیں میں تو یہ دیکھتا ہوں کہ پانچ روپے بھیجنے کیلئے اتنے بڑے فارم کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ سمجھ میں آجائے کہ یہ پانچ روپے کہاں جا رہے ہیں کوئی بھیج رہا ہے تاکہ اِدھر اُدھر بھٹکنے نہ پائے اتنا اہتمام ہم کر رہے ہیں اب رب العالمین رحمۃ للعالمین کو بھیج رہا ہے۔ تو بہت ہی ضرورت ہوگئی کہ ان کے ساتھ بھی کوئی چیز چلے کہ جو یہ بتلائے کہ کون بھیج رہا ہے؟ کس کے پاس بھیج رہا ہے۔ کیا بنا کے بھیج رہا ہے

تو دوستو! یہاں ایک فارم سے کام نہیں چلتا تھا۔ اسی لئے تیس (۳۰) پارے اُتار دیئے گئے کہ اگر سمجھنا ہے تو دیکھ لو کہ کون بھیج رہا ہے؟ کس کو بھیج رہا ہے؟ کیا بنا کے بھیج رہا ہے؟ کس لیے بھیج رہا ہے؟

رحمت کسے کہتے ہیں؟

ارشادِ ربانی ہے کہ رحمت بنا کر بھیجا۔ یہ رحمت کیا چیز ہے؟ رحمت کہتے ہیں مہربانی کو ـــ عالمین کی وسعت تو آپ سمجھ چکے، مگر کچھ لوگ عالمین کو بھی مختصر کر رہے ہیں۔ بھئی عالمین سے مراد پورا عالم نہیں۔ ذرا غور تو کیجیے۔ بولا گیا عالمین اور مراد ہیں صرف ماننے والے۔ بولا گیا عالمین اور مراد ہیں صرف اطاعت کرنے والے۔ ہم نے کہا کہ اگر اپنی طبیعت سے عالمین کی بے پایاں وسعت پر اسی طرح سے آپ نے قینچی چلانے کا ارادہ کر لیا ہے تو آپ نے بتایئے کہ الحمد للہ رب العالمین میں عالمین سے مراد کیا خدا کے ماننے والے ہیں؟ عالمین سے مراد کیا خدا کے چلنے والے ہیں؟ خدا انہیں کا رب ہے، دوسروں کا رب نہیں ہے؟ اور جب رب العالمین کے عالمین میں تخصیص کرنے کی تم میں جرأت نہیں ہے تو رحمۃ للعالمین کے عالمین میں اتنی کمی کیوں نکال رہے ہیں؟ اس سے پتہ چلا کہ عالمین کی وسعت میں تو کمی نہیں ہوئی۔ عقیدت کی وسعت میں ضرور کمی ہے

ہر شے کیلئے رحمت

سارے عالم کیلئے رحمت۔ اچھا مولانا عبدالوہاب سے پوچھیے گا۔ صبح کے وقت رحمت کہ شام کے وقت رحمت۔ کوئی وقت ہے۔ فلاں ٹائم رحمت ہیں اور فلاں ٹائم نہیں ہیں صبح کو ہیں شام کو نہیں دن کو ہیں رات کو نہیں، رات کو سوتے تو ہوں گے نا۔ رات کو تھوڑی ہی رحمت ہیں زمین پر ہیں، آسمان پر نہیں)۔ عالم برزخ میں نہیں یہاں نہیں وہاں نہیں کوئی ایسی تخصیص۔ سنو جی قرآن جب مطلق بولے تو اس کے اطلاق پر قیاس اپنا الگ، اپنی عقل الگ۔ اطلاق کتاب میں خبر واحد سے بھی کمی نہیں کی جاسکتی۔ مطلق کو مقید نہیں کیا جاسکتا۔ اَلْمُطْلَقُ یَجْرِیْ عَلٰی اِطْلَاقِہٖ۔ اچھی طرح سے سمجھ لو آپ اس کے دائرے کو اپنے عقل و قیاس سے کم نہیں کر سکتے تو ظاہر ہو گیا کہ رسول سارے عالم کیلئے

مہربانی، ہر وقت کیلئے مہربانی، ہر ٹائم کیلئے مہربانی، ہر ہر ساعت کیلئے مہربانی ہر ہر لمحے کیلئے مہربانی قرآن نے مطلق رکھا ہے۔ ہم اپنی عقل سے اس میں قید نہیں لگا سکتے۔ مطلق رکھا ہے سارے عالم کیلئے تو جس وقت جس چیز پر عالم کا اطلاق ہوگا۔ رسول اس کے لئے مہربانی ہوں گے۔ جو عالم ہیں رسول اس کیلئے مہربان ہو گئے۔ تو ہر وقت کیلئے مہربانی ہر ایک کیلئے مہربانی۔ اس میں اپنے پرائے کی بھی بات نہیں ہے۔ کافر کیلئے بھی مہربانی اور مومن کے لئے بھی مہربانی۔ ہر ایک کیلئے مہربانی۔ اچھی طرح سمجھو۔

رحمت کیلئے حاضر و ناظر ہونا

اب ذرا غور کرو ہر ایک کیلئے مہربان ہونے کیلئے ضروری کیا ہے؟ ساری کائنات جس میں ماضی و مستقبل سب شامل ہیں جس میں اولین و آخرین سب شامل ہیں۔ جس میں ابتدا انتہا سب شامل۔ ابتدائے کون سے انتہائے کون تک شامل ہیں اس کیلئے مہربان ہونے کیلئے کیا چیز ضروری ہے۔ پہلے یہ بتاؤ کہ ایک صاحب آپ کیلئے مہربان ہے مان لو ان کا وجود ہی نہ ہو تو کیا وہ آپ پر مہربانی کر سکیں گے؟ وہ تو بیچارے خود مہربانی کے محتاج ہوں گے وہ کیا مہربانی کریں گے معلوم یہ ہوا کہ مہربانی کیلئے موجود ہونا ضروری ہے میں صرف لفظ رحمت کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ الغرض مہربانی کیلئے موجود مہربان کا ہونا ضروری ہے جو عالم میں موجود نہ ہو، وہ کسی کیلئے مہربان نہیں بن سکتا۔ تو مہربان کیلئے باحیات ہونا زندہ ہونا، موجود ہونا ضروری ہے۔ اچھا موجود تو ہیں مگر اتنے دور ہیں کہ ہمارے اوپر جب تکلیف آتی ہے، تو اس کی خبر ہی نہیں ہوتی۔ یاد رکھنا ہر آن کیلئے مہربانی۔ ہر ہر لمحے کیلئے مہربانی۔ ہر ہر ساعت کیلئے مہربانی۔ بات یہیں سے چل رہی ہے تو اگر وہ ہم سے قریب نہیں ہے تو ہم یہاں تڑپ رہے ہیں ہم یہاں ایڑیاں رگڑ رہے ہیں وہ کیا مہربانی کرے گا اس کو تو خبر بھی نہ ہوگی۔ تو معلوم یہ ہوا کہ ہر ہر عالم، ہر ہر ساعت کیلئے مہربانی ہونے کیلئے ضروری ہے کہ تمام موجوداتِ عالم کے قریب بھی ہو۔ تمام موجوداتِ عالم کے قریب حاضر ہو

ورنہ وہ مہربان نہیں ہو سکتا۔

اچھا صاحب حاضر تو ہے، مگر آنکھ میں روشنی ہی نہیں ہے دیکھ ہی نہیں رہا۔ آنکھ بند کئے ہوئے حاضر ہیں اور آپ لوٹ رہے ہیں، وہ دیکھ ہی نہیں رہا ہے تو کیا وہ مہربانی کریگا؟ معلوم ہوا کہ ہر ہر ساعت کسی پر مہربان ہونے کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ حاضر بھی ہو اور ناظر بھی ہو دیکھ بھی رہا ہو کہ مصیبت زدہ کا کیا حال ہے؟ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی ہیں اسکے چہرے سے پسینہ بہہ رہا ہے۔ کیا کیفیت ہے اس کو دیکھ بھی رہا ہے رحمت کیلئے ہر زبان کا علم ہونا ضروری کا ہے۔ اچھا صاحب دیکھ تو رہا ہے، مگر مصیبت زدہ کی بولی نہیں سمجھ رہا ہے تب بھی کیا مہربانی کرے گا؟ مثال کے طور پر ایسے سمجھیئے کہ ایک شخص بہت پیاسا ہے اور ہے بیچارہ عرب کا اور پہنچ گیا ہمارے دیہات میں اور پہنچ کر کہتا ہے جِب مُوَیا۔ آپ لوگ ہنس رہے ہیں اس کی بات پر۔ اور وہ چلاتا جا رہا ہے جِب مُوَیا۔ جِب مُوَیا۔ اَلعَطَش۔ اَلعَطَش سب لوگ گھبرا گئے کیا کہہ رہا ہے؟ گالی دے رہا ہے یا ہمارا مذاق اڑا رہا ہے! لوگ پریشان ہیں معلوم ہوا کہ اس کی پریشانی دور نہیں کی جا سکتی اس لئے کہ سامنے والے اسکی زبان نہیں سمجھ رہے ہیں۔ بیچارہ کہہ رہا ہے کہ مجھے پانی دو۔ میں پیاسا ہوں۔ لوگ سمجھ ہی نہیں رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ اس بیچارے کیلئے ہمارے علاقے والے کیا مہربان بنیں گے جب زبان ہی نہیں سمجھتے کوئی انگریزی میں کچھ چلا رہا ہے، کوئی گجراتی بول رہا ہے۔ معلوم یہ ہوا کہ صرف حاضر ہونے سے بھی کچھ کام نہیں چلتا۔ ہر زبان کا جاننے والا بھی ہونا چاہیے ورنہ کوئی پانی مانگے اس کو زہر دے دے کوئی کھانا طلب کرے تو پانی پلائے اور پانی چاہے تو کھانا آگے آئے تو اس سے معلوم کیا ہوا؟ کہ کوئی مہربان جہاں جہاں کیلئے رحمت ہے، مہربانی ہے وہاں وہاں کی زبان بھی سمجھے۔ میسوری بولے تو بھی سمجھ لے، گجراتی بولے تو بھی سمجھ لے بنگالی بولے تو بھی سمجھ لے۔ برطانیہ کا بولے تو بھی سمجھ لے، ہندوستان کے کسی خطے میں کوئی بولے تو تو بھی سمجھ لے۔ فرینچ بولے تو بھی سمجھ لے اگر ہر زبان کا عالم نہیں ہے تو سب کیلئے مہربانی نہیں بن سکتا۔

تو ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ ہر زبان کا جاننے والا بھی ہو۔

رحمت کیلئے قدرت و اختیار والا ہونا ضروری ہے

اچھا صاحب زبان تو جانتا ہے، خوب جانتا ہے اتنی ساری زبان سیکھ رکھی ہے۔ سکھانے والے نے سکھادی ہے مگر یہ نہیں سمجھتا کہ مرض کیا ہے؟ بے چارہ مریض تڑپ رہا ہے اور وہ سمجھ ہی نہیں رہا ہے کہ مرض کیا ہے اس کا علم ہی نہیں تو کیا مہربانی کرے گا؟ معلوم ہوا کہ ہر تکلیف کو وہ سمجھے اور اس کو اس بات کا علم ہو جائے کہ مریض کو مرض کیا ہے؟ اگر یہ علم نہیں ہے، تو وہ سب کیلئے مہربان نہیں ہو سکتا تو معلوم یہ ہوا کہ مہربان کے لئے عالم ہونا بھی ضروری ہے۔ آپ غور کرتے چلے جائیے اچھا صاحب عالم بھی ہو گئے۔ معلوم ہوا پیٹ میں درد ہے مگر علاج کیا ہے، اس کا پتہ ہی نہیں اب عالم ہو کے وہ کیا کرے گا۔ معلوم یہ ہوا کہ مہربان کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ مرض کو بھی جانے اور علاج کو بھی جانے۔ اچھا صاحب علاج کو تو جانتا ہے کہ فلاں جڑی بوٹی اس کو کھلائی جائے تو اس کا پیٹ اچھا ہو جائے گا۔ مگر وہ جڑی بوٹی کہاں ہے؟ اس کا اسے پتہ ہی نہیں تو وہ اس وقت کیا مہربانی کرے گا؟ صرف لفظوں سے مہربانی نہیں ہوتی تو اشد ضروری ہے کہ جو علاج ہو وہ کائنات کے جس گوشے میں ہو، وہ اس کی نظر میں ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو وہ کیا مہربانی کرے گا؟ اچھا جناب معلوم بھی ہے کہ جڑی بوٹی امریکہ میں ہے، مگر اسے لائے کیسے؟ بہت مشکل ہے قدرت ہی نہیں ہے ایسی صورت میں یہ مریض پر کیا مہربانی کر سکے گا؟ تا تریاق از عراق آوردہ شود، مار گزیدہ مردہ شود تو معلوم یہ ہوا کہ مہربان کیلئے صرف اتنا ضروری نہیں ہے کہ وہ یہ جانے کہ علاج کیا ہے اور کہاں ہے، بلکہ وہاں سے لانے پر بھی قادر ہو۔ ایسا قادر کہ اشارہ کر دے تو وہ چیز خود ہی دوڑتی ہوئی چلی آئے۔ اور ایک بات اور بھی ہے کہ کبھی قدرت ہوتی ہے اختیار نہیں ہوتا۔

مثال کے طور پر میں اس بات پر قادر ہوں کہ مولانا عبدالوہاب صاحب کی ٹوپی چھین لوں اور کسی اور کو دے دوں۔ قدرت ہے کہ نہیں؟ لیکن کیا مجھے اس بات کا اختیار ہے کہ کسی کی

ٹوپی کسی کو دے دوں؟ پیر صاحب کا صافہ اتار کر ان کو دے دوں؟ قدرت تو ہے مگر اختیار نہیں ہے، اس لئے کہ دینے والا با اختیار تو اس وقت ہوگا کہ جب وہ مالک بھی ہو۔ صرف قدرت کا کام نہیں ہے، بلکہ جو بھی علاج ہم کریں اور جس کیلئے کریں اور جس طرح سے کریں ان تمام باتوں کے ہم مالک بھی ہوں۔ پتہ نہیں کائنات کی کس چیز کی ہمیں ضرورت پڑ جائے کسی پر مہربانی کیلئے ہو سکتا ہے کہ کبھی چاند کے ٹکڑے کرنے پڑ جائیں۔ کبھی سورج پلٹانا پڑ جائے کبھی کنکریوں سے کلمہ پڑھوانا پڑ جائے۔ کبھی ہمیں درخت کو بلانا پڑ جائے۔ ارے میاں یہ بھی تو مہربانی ہے کہ بلائیں گے تو ایمان لائیں گے۔ تو معلوم نہیں اس مریض کے مرض کو دور کرنے کیلئے ہمیں کیا کرنا پڑے؟ لہٰذا ساری کائنات پر قادر بھی ہونا چاہیے۔ ساری کائنات پر مختار بھی ہونا چاہیے۔ ساری کائنات میں حاضر و ناظر بھی ہونا چاہیے، ساری کائنات کا مالک بھی ہونا چاہیے۔ ساری کائنات کا عالم بھی ہونا چاہیے۔ ساری کائنات میں موجود بھی رہنا چاہیے ساری کائنات میں باحیات بھی رہنا چاہیے۔ تو جب یہ سب ہوگا، تب وہ جا کے سب کیلئے رحمت بن سکیں گے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ کی محققانہ تشریح

اب ذرا ترجمہ تو کرو اس آیہ کریمہ کا وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ

اے محبوب! نہیں بھیجا ہم نے آپ کو لیکن سارے عالم کیلئے رحمت بنا کر۔

لہٰذا جب تک عالم رہے گا اس وقت تک تم موجود رہو گے اسی لئے میں کہتا ہوں کہ رسول کے سوا آدم ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے کہ نورِ محمدی کو پیدا کر دیا گیا۔ اوّل ما خلق اللّٰہ نوری۔ میرا نور خدا کی پہلی مخلوق ہے یعنی عالم پر کوئی ایسا وقت نہیں گزرا کہ عالم ہو اور وہ رحمت نہ ہوں اب اگر رسولِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے نور مبارک کی تخلیق کے بعد فرمائی جاتی تو ایک ساعت تو ضرور ایسی مل جاتی جب کہ عالم ہوتا مگر رحمتِ عالم نہ ہوتے۔ ایسی صورت میں حقیقی معنوں میں رسولِ کریم رحمۃ للعالمین نہ ہوتے اسلئے کہ عالم کی بعض چیزیں اپنے بعض اوقات میں دائرہ رحمت سے الگ نظر آئیں مگر اب

نے یہ منظور نہ کیا۔ پہلے نورِ رحمت عالم کو پیدا کیا اور پھر عالم کو پیدا کیا پھر عرش کی پیشانی کا ستارہ بنا دیا میرے رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو۔ تو معلوم یہ ہوا کہ سرکارِ عربی جب سارے عالم کیلئے رحمت ہیں۔ سارے عالم کیلئے مہربانی ہیں تو اپنے وجود میں سب سے مقدم بھی ہیں۔

اب آیت کا تفصیلی ترجمہ یہ ہوگا کہ اے محبوب! ہم نے تجھے سارے عالم میں حاضر و ناظر بنا کر بھیجا ہے۔ سارے عالم کا مختار بنا کر بھیجا ہے۔ سارے عالم میں موجود بنا کر بھیجا ہے سارے عالم کا عالم بنا کر بھیجا ہے۔ سارے عالم کا مالک بنا کر بھیجا ہے۔ سارے عالم کا مقتدرِ اعلیٰ بنا کر بھیجا ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا خدا یہ سب بنا سکتا ہے؟ جب خدا تعالیٰ یہ سب بنا سکتا ہے؟ تو اب کون رو گے گا نہ بنائے۔

ایک شبہ کا ازالہ

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ
تو سب کچھ بنا کے بھیج دیا، مگر ایک بات تو سُنو!

ارشاد ہے کہ ہم نے بنا کے بھیجا معلوم ہوا کہ یہاں آ کے نہیں بنے ہیں وہیں بنا دیئے گئے ہیں ہم کہتے ہیں کہ یہ گلدستہ بنا کے بھیجا تو کیا یہ گلدستہ یہاں آ کے بنا۔ گلدستہ تو اسی وقت بن گیا تھا جب ہمارے پاس تھا ہم نے کتاب لکھ کر بھیجی۔ تو کتاب یہاں آئی تب لکھی گئی ایسا نہیں بلکہ لکھی گئی پھر ہمارے پاس بھیج دی گئی۔ مگر یہاں پر ایک شبہ ہوتا ہے۔ شبہ یہ ہوتا ہے کہ کیا رسولِ عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب کچھ پہلے ہی بنا دیا گیا تھا۔ یعنی خاتم النبیین، سید المرسلین امام الانبیاء شفیع المذنبین۔ یہ سب صفاتِ رسول کو پہلے مل گئے تھے۔ بہت ہی پیچیدہ بات ہے اور بہت ہی باریک بات ہے۔ میں بہت ہی ہلکے انداز میں عرض کرنے کی کوشش کروں گا کہ حضور کو سب کچھ پہلے ہی بنا دیا گیا یعنی رسول آئے بھی نہیں اور شفیع المذنبین بن گئے۔ رسول یہاں آئے بھی نہیں اور امام الانبیاء بن گئے۔ رسول یہاں آئے بھی نہیں اور سید المرسلین بن گئے۔ رسول یہاں آئے بھی نہیں اور خاتم النبیین بن گئے۔ رسول یہاں آئے بھی نہیں اور مختارِ کائنات بن گئے آپ کہیں گے بھئی یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ابھی امامت بھی نہیں کی اور امام ہو گئے۔

سپہ سالار اور پہلوان

اس نکتے کو سمجھنے کیلئے یہ ذہن نشین کر لیجئے کہ ایک ہوتا ہے کسی کمال کا ثبوت اور ایک ہوتا ہے کسی کمال کا ظہور۔ ثبوت اور ہے، ظہور اور ہے۔ کمال ثابت ہو جاتا ہے کہیں اور اس کا ظہور ہوتا ہے کہیں اور۔ مثلاً کافروں سے لڑنے کیلئے آپ کو جانا ہے آپ نے فوج بنائی۔ فوج بنا کر اس میں ایک کو سپہ سالار بنا دیا۔ تم ہو اس فوج کے سپہ سالار اور تمغہ لگا دیا۔ وردی پہنا دی یہ سب فوجی ہیں اور یہ سپہ سالار ہے۔ تو سپہ سالار اپنا فن سپہ سالاری تو میدان میں دکھائے گا مگر سپہ سالار یہیں بن گیا۔ تمغہ یہیں مل گیا۔ سند یہیں مل گئی مقام یہیں مل گیا منصب یہیں ہاتھ آ گیا، منصب سپہ سالاری یہیں ثابت ہو گیا، مگر اس کا ظہور میدانِ جنگ میں ہوگا، جب وہ عملاً سپہ سالاری کر رہا ہوگا۔ معلوم ہوا کہ بعض خوبیاں ایسی ہوتی ہیں کہ ثابت پہلے سے ہوتی ہیں اور ظاہر بعد میں ہوتی ہیں۔ ظاہر ہونا اور ہے ثابت ہونا اور ہے۔

ایک اور مثال پیش کروں؟ ایک پہلوان آج تک کسی سے لڑا ہی نہیں تھا۔ پہلوانی کرتا رہا۔ اب گیا لڑنے کے لئے۔ لڑنے کے بعد جب مقابلہ ہوا تو لوگ دیکھ رہے ہیں پہلوان بھی نہیں سمجھ رہا ہے کہ میں جیتوں گا کہ نہیں جیتوں گا۔ میں اپنے مخالف کو پچھاڑ دوں گا کہ نہیں پچھاڑ دوں گا اچھا اس کے بعد جب مقابلہ ہوا تو اس نے پچھاڑ دیا۔ واہ واہ ہو گئی شور مچ گیا بڑا ہے دلیر بڑا بہادر۔ بڑی شجاعت والا۔ بڑی شجاعت والا۔ میں یہ پوچھتا ہوں کہ شجاعت ابھی آئی ہے یا پہلے سے موجود تھی۔ آپ جواب دیں گے موجود تو پہلے سے تھی مگر ظاہر اب ہو رہی ہے، پہلے اس کو بھی معلوم نہیں تھا کہ میرے اندر کیا ہے؟ پہلوان پہلے نہیں کہہ سکتا کہ میں بہت بہادر ہوں مگر جب اس نے اپنے مدمقابل کو چت کر دیا تو اب وہ بھی سمجھ گیا کہ میں بہادر ہوں لوگ بھی سمجھ گئے۔ دیکھا آپ نے شجاعت کا ثبوت اور ہے اور شجاعت کا ظہور اور ایسے ہی میرے اندر قوتِ برداشت ہے کہ نہیں؟ کسی کو پتہ نہیں۔ قوتِ برداشت مولانا حنیف صاحب میں ہے؟ پتہ نہیں ان کو بھی پتہ نہیں کہ ہم کتنی بات برداشت کر سکیں گے جس کو "حلم" کہتے ہیں، یعنی قوتِ برداشت یہ حلیم ہیں؟

یہ صابر ہیں؟ یہ پتہ نہیں۔ ایک صاحب نے کھڑے ہو کر مولانا حنیف صاحب کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ پھر اس کے بعد یہ خاموش دیکھ رہے ہیں اور وہ چلا گیا یہ خاموش ہیں انہوں نے کچھ نہیں کیا تو مجمع کہتا ہے مولانا بہت ہی صابر ہیں۔ مولانا بہت ہی حلیم ہیں۔ بڑی قوتِ برداشت رکھتے۔ تو کیا یہ قوتِ برداشت ابھی ملی ہے۔ نہیں قوت پہلے تھی، ظاہر اب ہوئی ہے یہ چیز پہلے ان کے سرشت میں تھی۔ ثابت ہونا اور ہے اور ظاہر ہونا اور ہے تو سنو میرے رسول کو سارے منصب پہلے ہی دے دیئے گئے۔ وہ شفیع المذنبین بھی ہیں، امام الانبیاء بھی۔ صاحبِ اسریٰ بھی ہیں خاتم النبیین بھی ہیں، مگر شفاعت کا ظہور قیامت کے میدان میں ہوگا۔ امامت کا ظہور بیت المقدس میں ہوا اور نبوت کا ظہور سرزمین مکہ میں ہوا۔ ظہور تو مختلف وقت میں ہوا، مگر ثبوت تو پہلے ہی ہو گیا تھا

سرکارِ عربی کی حیاتِ طیبہ

رہ گئی رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ تو اس وقت یاد آگئے محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ اگر تم رسول کی حیاتِ طیبہ کے متعلق ان سے سوال کرو تو وہ کہیں گے سنو جی! رسول کی حیات کا مسئلہ تو ایسا مسئلہ ہے جس میں کبھی علمائے امت کو اختلاف رہا ہی نہیں ہے کہ رسول حقیقتِ حیات بے شائبہ مجاز تو ہم تاویل زندہ اور باقی ہیں اسمیں کوئی شک کی بات نہیں ہے، سرکارِ عربی کے بارے میں اس میں کسی کو اختلاف نہیں رہا ہے کہ ان کو اللہ نے بالکل اسی جسمانی حیات کے ساتھ باقی رکھا ہے۔ ہاں دوستو! كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔ موت کا ذائقہ تو سبھی نفس کو چکھنا ہے۔ مگر کیا ذائقہ چکھنے کیلئے ہمیشہ مرنا بھی ضروری ہے۔ کیا ذائقہ چکھنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جو مرے اور مرا ہی رہ جائے۔ نہیں ذائقہ اس طرح سے بھی چکھا جا سکتا ہے کہ موت طاری ہو اور پھر اس کو حیاتِ ابدی دی جائے کہ اس کی موت ہی مر جائے۔

حاضر و ناظر پر چونکنے والو

اے محبوب! ہم نے تجھے سارے عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ تجھے عالم بنا کر بھیجا ہے تجھے حاضر و ناظر بنا کر بھیجا ہے جہاں حاضر و ناظر کا لفظ سنتے ہیں، تو لوگ چونک جاتے ہیں۔

اچھا یہ بتاؤ خدا کو تو حاضر و ناظر کہتے ہو نا پھر کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ قرآن کریم نے خدا کو حاضر و ناظر کہا ہے۔ کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ حدیث میں خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہا گیا ہے بات تو سمجھ گئے ہوں گے۔ آپ چونک تو گئے ہوں گے۔ خدا تعالیٰ کیلئے قرآن کریم میں شہید کا لفظ تو ضرور ہے۔ حفیظ کا لفظ ضرور ہے۔ سمیع کا لفظ ضرور ہے۔ بصیر کا لفظ ضرور ہے۔ مگر خدا حاضر و ناظر ہے۔ یہ لفظ قرآن کریم میں تلاش کر کے بتاؤ۔ یہ لفظ تلاش کر کے بتاؤ حدیث سے ہم اگر خیال کریں تو قرآن و حدیث سے دلیل مانگو اور اتنا بڑا عقیدہ رکھتے وقت بھی نہ قرآن دیکھا نہ حدیث دیکھی اور جس لفظ کو خدا تعالیٰ استعمال نہیں کیا، تم نے کس بنیاد پر استعمال کیا جس لفظ کو خدا تعالیٰ کے رسول نے خدا کیلئے استعمال نہیں کیا تو تم اس رسول کا کلمہ پڑھ کر کس بنیاد پر اس لفظ کو خدا تعالیٰ کیلئے استعمال کر رہے ہو؟ میں بہت ہی پیچیدگی کی طرف آپ کو لئے جا رہا ہوں۔ دیکھو مسئلہ علماء کے سامنے آیا تھا کہ خدا تعالیٰ کو جو کوئی کہے یا حاضر یا ناظر تو وہ کیا ہے؟ کہیں وہ کافر تو نہیں ہو گیا؟ شامی کے اندر ایک فیصلہ کیا ہے کہ کفر نہیں ہے۔ ہم تاویل کریں گے اس کے قول کی۔ یا حاضر و ناظر، یا علیم و یا خبیر کے معنی میں ہے۔ یا مَنْ عَلِمَ یا مَنْ رَأیٰ لہٰذا کہنے والے کو کافر نہیں کہیں گے۔ کتنا سنگین مسئلہ ہو گیا۔ سوال کرنے والا پوچھ رہا ہے یہ کفر ہوا کہ نہیں تو اب جواب دینے والے کہہ رہے ہیں، کافر تو ہم نہیں کہیں گے اسلئے کہ وہ حاضر و ناظر جو کہتا ہے، وہ علیم و خبیر کے معنی میں کہتا ہے۔ دیکھا آپ نے جس لفظ کو تم زوردار انداز میں خدا کے لئے استعمال کر رہے تھے، اس لفظ کیلئے کتنا ہیبت ناک سوال پیش کیا گیا۔ میں بتاؤں یہ سوال سوال کرنے والے نے کیوں کیا؟ اچھا سنو حاضر کسے کہتے ہیں۔ آپ حاضر ہو کہ نہیں؟ آپ کے لیے حاضر کا لفظ بولا گیا نہیں۔ آپ ناظر ہیں کہ نہیں؟ ہم کو دیکھ رہے ہیں کہ نہیں؟ لیجئے صاحب آپ حاضر بھی ہیں ناظر بھی ہیں۔ میں بھی آپ لوگوں کی محفل میں حاضر ہوں اور آپ لوگوں کا ناظر ہوں، ہے نا۔ دیکھئے حاضر و ناظر کا لفظ بہت بولا جاتا ہے۔ فلاں صاحب حاضر ہیں کہ نہیں تو حاضر کہتے ہیں کسی مکان میں موجود کو۔ حقیقت لغوی میں بات کر رہا ہوں۔ لغت میں حاضر کے

معنی ہیں الموجود فی المکان جو کسی مکان میں موجود ہو۔ وہ ہے حاضر اور ناظر کے معنی ہیں جو اپنی ان آنکھوں سے دیکھے۔ مادی آنکھوں سے دیکھے وُہ ہے ناظر تو خدا تعالیٰ تو مکان و مکانیات سے پاک ہے تو وہ کیسے حاضر ہوگا؟ اور خدا ان مادی آنکھوں سے پاک ہے تو وہ کیسے ناظر ہوگا۔ سائل کا منشا یہ ہے کہ حاضر و ناظر کا جو حقیقی معنی ہے' وہ یہ ہے حاضر کے معنی ہیں مکان میں موجود ہونے والا۔ اور ناظر کے معنی سر کی آنکھوں سے دیکھنے والا اور جو جسم و جسمانیات سے پاک ہو' وہ حقیقی معنوں میں نہ حاضر ہو سکتا ہے نہ ناظر ہو سکتا ہے تو علماء نے کہا سنو جی! حقیقی معنی مراد نہیں ہے۔ حاضر و ناظر کی تاویل کی علیم و خبیر یا من علم یا من رای کے معنی ہیں

کیا خدا حاضر و ناظر ہے؟

اب اچھی طرح سمجھ لو کہ لغت کا جو حقیقی معنی ہے' اس معنی میں اگر کوئی خدا کو حاضر و ناظر کہے گا تو وہ کافر ہو جائے گا، لہٰذا جو خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہتے ہیں، وہ تاویل والا معنی لے کر کہتے ہیں علیم و خبیر والا معنی لے کر کے کہتے ہیں تو حقیقی معنی میں کون حاضر و ناظر ہوگا؟ خدا تعالیٰ تو نہیں ہو سکتا؟ حقیقی معنی میں وہی حاضر ہوگا نا جو مکان میں ہو سکے حقیقی معنوں میں وہی ناظر ہوگا جو سر کی آنکھوں سے دیکھ سکے تعجب کی بات ہے خالق کو تم حاضر و ناظر کہہ رہے ہو اور وہاں علما فتویٰ دے رہے ہیں۔ جواب دے رہے ہیں۔ تاویل کر رہے ہیں۔ اسی لیے لفظ حاضر و ناظر قرآن میں خدا تعالیٰ کیلئے کہیں نہ پاؤ گے۔ لفظ حاضر و ناظر حدیث میں خدا تعالیٰ کے لئے کہیں نہ پاؤ گے وہاں شہید کا لفظ ضرور ملے گا، وہاں حفیظ کا لفظ ضرور ملے گا وکیل کا لفظ ملے گا۔ علیم و خبیر کا لفظ ملے گا۔ سمیع و بصیر کا لفظ ملے گا۔ اس لئے کہ حاضر و ناظر کے لفظ کے اندر ایک پیچیدگی تھی اگر کوئی اس کو استعمال کرتا ہے تو ہم اس کو ناجائز قرار نہیں دیتے۔ علماء اس کی تاویل کر رہے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ لفظ بولا جائے گا تو تاویل کر کے بولا جائیگا اور اگر بلا تاویل بولنا ہو حقیقی معنی میں بولنا ہو تو اس معنی میں رسول حاضر و ناظر ہوں گے جو مکان میں بھی رہیں۔ سر کی آنکھ سے بھی دیکھ سکیں، تو اس لفظ سے زیادہ چونکنا نہیں ہونا چاہیے۔

ایک اور بات میں بتاؤں ویسے تو سرکار اپنے مزار مبارک سے آئیں اور ہماری محفلوں کو رونق بخشیں، یہ سرکار کیلئے کوئی بعید نہیں، مگر حاضر و ناظر ہونے کیلئے یہ ضروری چیز بھی نہیں کہ حضور تشریف ہی لائیں ہی۔ یہ سمجھ لینا رسول کو علم ہونا چاہیے چاہئے یہاں آ کے ہو، چاہئے وہاں رہ کے ہو۔ رسول کو دیکھنا چاہیے چاہیے یہاں آ کے دیکھیں، چاہے وہاں رہ کے دیکھیں سمجھنا چاہیے چاہئے یہاں آ کے سمجھیں، چاہئے وہیں سمجھ لیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت کچھ دے رکھا ہے۔ کوئی ضروری نہیں کہ سرکار یہاں آئیں گے تبھی سمجھیں گے وہ تو گنبدِ خضریٰ ہی سے دیکھ رہے ہیں۔ تو اب زیادہ مناسب ہے کہ یوں کہو کہ ہم سب رسول کی بارگاہ میں حاضر ہیں اور رسول ہم سب کے ناظر ہیں۔

رحمت و رحیم میں فرق

تو اے رسول! ہم نے ساری کائنات کیلئے تجھے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ مہربانی بنا کے بھیجا ہے، دوست کے لئے بھی دشمن کیلئے بھی۔ ایک بڑی پیاری بات ہے کہ جس رسول کو رحمت بنا کر بھیجا ہے، اس کو رحیم بھی کہا گیا ہے۔ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ مومنین کیلئے رؤف و رحیم اور عالم کیلئے رحمت ہیں۔ رحمت عجیب چیز ہے۔ اگر حضور کے لئے تنہا رحیم کا لفظ استعمال کیا جاتا تو مفہوم کچھ اور تھا، مگر سرکار صرف رحیم ہی نہیں رحمت بھی ہیں اور رحمت ہیں تو سارے عالم کیلئے رحمت ہیں۔ یہ رحیم و رحمت کا فرق سمجھا آپ نے۔ یہ رحیم کیا چیز ہے؟ یہ رحمت کیا چیز ہے۔ بات بہت علمی ہے، مگر میں ہلکے انداز میں عرض کروں گا رحیم کہتے ہیں رحمت والے کو۔ جس کے قریب رحمت ہو جائے وہ رحیم ہے تو کیا رحیم سے رحمت دور ہو سکتی ہے۔ ارے بھئی کیوں نہیں ہو سکتی۔ کبھی ایسا ہو سکتا ہے نا کوئی بہت رحیم ہو، مگر کبھی غصہ آ ہی جائے۔ رحیم سے رحمت دور ہو سکتی ہے؟ رنگین کسے کہتے ہیں رنگ والا ایک کپڑا ہے اسے رنگ دے دو تو کپڑا ہو جائے گا؟ رنگین اور ظاہر ہے کہ رنگین سے رنگ جدا کیا جدا ہو سکتا ہے؟

الغرض خوشبو والے سے خوشبو چھینی جا سکتی ہے۔ چاند سے چاندنی ہٹائی جا سکتی ہے۔ سورج سے روشنی دور ہو سکتی ہے۔ رنگین سے رنگ اڑایا جا سکتا ہے۔ مہکنے والے سے مہک جُدا کی جا سکتی ہے۔ رحیم سے رحمت الگ ہو سکتی ہے۔ مہربان سے مہربانی دور ہو سکتی ہے۔ مگر رنگ سے رنگ دُور نہیں ہو سکتا۔ رحمت سے رحمت الگ نہیں ہو سکتی۔ شیریں سے شیرینی الگ ہو سکتی ہے مگر ذرا مٹھاس سے مٹھاس کو دور کر دو؟ رنگ سے رنگ کو دور کر دو؟ رحمت سے رحمت کو دور کر دو تو ایسا نہیں ہو سکتا۔ تو دکھانا یہ تھا کہ رسول کو اگر صرف رحیم کہا جاتا تو شبہ ہوتا کہ کبھی کبھی یہ غصے میں بھی آجائیں گے۔ کبھی کبھی یہ جدل بھی کریں گے۔ کبھی کبھی یہ زیادتی بھی کریں گے معاذاللہ کبھی کبھی یہ ہمارے اوپر غضب ناک بھی ہو سکیں گے۔ تو ایسا نہیں کہا گیا، بلکہ یہ کہا گیا کہ یہ رحمت ہیں اور جب رحمت ہیں تو رحمت سے رحمت کبھی جدا ہی نہیں ہوگی۔ سلب الشيئ عن نفسه۔ کہاں جائز ہے، کوئی چیز اپنی ذات سے الگ نہیں ہو سکتی۔ پانی سے ٹھنڈک دُور ہو سکتی ہے۔ ٹھنڈک سے ٹھنڈک دور ہو جائے ایسا نہیں ہو سکتی۔ گرم سے گرمی نکالی جا سکتی ہے، مگر گرمی سے گرمی کیسے نکالی جائے گی۔ تو رحیم سے رحمت کو لیا جا سکتا ہے، رحمت سے رحمت نہیں نکل سکتی۔ تو رسول تم رحمت ہو اور ایسی رحمت ہو کہ کبھی تمہارے دامن سے مہربانی الگ نہیں ہو سکتی۔ ہر وقت تم رحمت ہو اور ہر آن میں تم رحمت ہو اور ایسی رحمت ہو، اپنے لئے بھی رحمت ہو، پرائے کیلئے بھی رحمت ہو۔ دشمن کے لئے بھی رحمت ہو۔ دوست کے لیے بھی رحمت ہو سارے عالم کیلئے رحمت ہو، اس میں دوست اور دشمن میں کوئی تفریق نہیں ہے یاد رکھیو، انبیائے کرام علیہم السلام کی زندگانی کا مطالعہ کرو۔ ان کی حیثیت سمجھو۔ وہ روحانی وجسمانی معالج وطبیب ہیں، اور جو جسمانی و روحانی طبیب ہوا کرتا ہے، وہ مریض کا دشمن نہیں ہوتا۔ وہ بھی کوئی حکیم ہے جو مریض کا دشمن ہو؟ حکیم وہی ہے جو مریض کا دشمن نہ ہو بلکہ مرض کا دشمن ہو اور اگر کوئی حکیم صاحب مریض کے دشمن ہو جائیں تو آبادیاں اجڑ جائیں گی، اور قبرستان آباد ہو جائے گا۔

ایک حکیم صاحب کا منہ چھپانا

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے ایک حکیم صاحب کا ذکر کیا ہے۔ وہ جب قبرستان میں جاتے تھے تو اپنا چہرہ چھپا لیا کرتے تھے اور چادر ڈھانک لیا کرتے تھے۔ ان سے لوگوں نے پوچھا حکیم صاحب آپ جب قبرستان جاتے ہیں تو چہرہ چھپا لیتے ہیں، یہ کیا معاملہ ہے؟ کہا مجھے اس قبرستان کے مُردوں سے شرم آتی ہے، اس لئے کہ یہ سب میری ہی دولت سے یہاں تشریف لائے ہیں۔ میں سوچتا ہوں کہ چہرہ چھپالوں۔ کہیں یہ نہ سمجھیں کہ حکیم صاحب نے وہاں بھی نہیں چھوڑا اور یہاں بھی آگئے ہیں۔ اب یہ کونسی دنیا ہم سے آباد کروائیں گے الغرض حکیم کو مریض سے دشمنی نہیں ہوتی، مرض سے دشمنی ہوتی ہے۔

اچھی طرح سے سمجھ لو انبیائے کرام کافر کے دشمن نہیں تھے، کفر کے دشمن تھے۔ مشرک کی ذات کے دشمن نہیں تھے، شرک کے دشمن تھے۔ منافق کی ہستی کے دشمن نہیں تھے، نفاق کے دشمن تھے۔ وہ معالج تھے۔ وہ روحانی طبیب تھے۔ وہ مرض کے دشمن تھے، مریض کے نہیں اسی لیے ان کی نگاہِ کیمیا اثر میں یہ اثر تھا کہ چہرے پر نظر ڈالتے تھے اور دل کی دھڑکنوں کو شمار کر لیا کرتے تھے۔ وہ بھی کوئی حکیم ہے جو نبض پر ہاتھ رکھے اور دل کی دھڑکنوں کو شمار نہ کر سکے۔ چہرے کو دیکھے اور مرض کو نہ سمجھ سکے۔ آجکل تو یہی حال ہے: نبض پر ہاتھ رکھتے ہیں اور بہت ہی توجہ کے ساتھ سر جھکا کر کچھ دیر تک سوچتے ہیں پھر پوچھتے ہیں اچھا بتاؤ تمہیں کیا تکلیف ہے؟ جناب جب مجھ سے ہی پوچھنا تھا تو اتنی زحمت آپ نے کیوں کی؟ تو ایسا حکیم آبادیوں کو اجاڑتا ہے اور قبرستان کو آباد کرتا ہے۔ حکیم وہ ہے جو علیم بھی ہو۔ حکیم وہ ہے جو مرض کو سمجھتا ہو اور دشمن ہو تو مرض کا دشمن ہو، مریض کا دشمن نہ ہو۔

رحمۃ للعالمین روحانی حکیم ہیں

میں ایک روحانی حکیم کی بات سنا رہا ہوں میں رحمۃ للعالمین کا ذکر کر رہا ہوں۔ کیا تم اس واقعے کو فراموش کر دو گے جب میرے رسول کے گلے میں پھندا ڈال کر دشمنوں نے کھینچا تھا، تو

قریب تھا کہ آنکھیں اُبل آئیں۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ منظر دیکھا تو فوراً رسول کی بارگاہ میں حاضر ہوگئیں اور بڑے ہی پُرجلال انداز میں وہ کہنا ہی چاہتی تھیں۔ تَبًّا لَّكُمْ۔ ہلاکت ہو تمہارے لئے مگر ابھی تبا کا لفظ ہی استعمال کیا تھا کہ میرے رسول نے کرب و اضطراب کے عالم میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منہ پر اپنے دست شفقت کو رکھ دیا۔ اے بیٹی! ہلاکت کیلئے دُعا مت کرو، ہدایت کی دعا کرو۔

اے بیٹی: یہ مریض ہیں، ان میں جو چڑ چڑا پن ہے، ان کے دل کے مرض کا چڑ چڑا پن ہے ان کی جو شدت ہے، ان کے مرض کا تقاضا ہے۔ ان کے مرض کو دور کرنے کی دعا کرو۔ ان کیلئے ہلاکت کی دُعا نہ کرو۔ میں حکیم ہوں، مجھے مرض سے دشمنی ہے، مریض سے دشمنی نہیں ہے حکیم کو تو مرض سے دشمنی ہوا کرتی ہے، مریض سے دشمنی نہیں ہوا کرتی۔ واقعی دوستو! میرے رسول ساری کائنات کیلئے روحانی حکیم ہیں اور معالج جسمانی بھی ہیں اور صحابہ کرام نے اپنے طرزِ عمل سے ثابت کردیا اور بتادیا۔

میں اس سلسلے میں ایک بات اور عرض کروں گا۔ مریض کا مزاج عجیب ہوتا ہے۔ مریض اعتراض ضرور کرتا ہے، مگر بعد میں ممنونِ احسان ہوتا ہے۔ ایک مریض جس کو ناسور ہوگیا ہے۔ حکیم جب جاتا ہے تو باتیں بڑی میٹھی کرتا ہے۔ اس کے بعد اس نے پھر کیا کیا؟ نکالا نشتر۔ ناسور ہوگیا ہے نا۔ مریض بہت تڑپ رہا ہے اس ناسور کی وجہ سے۔ نشتر کو دیکھتے ہی وہ مریض حکیم کو گالیاں دینے لگتا ہے مگر حکیم خوش ہے مریض سے اگر ہوسکے تو حکیم کے گریبان کو نوچنے کی کوشش کرتا ہے۔ ممکن ہوسکے تو دو چار چانٹے بھی لگا دینے کی کوشش کرتا ہے۔ ذرا یہ دیکھو کچھ لوگ مریض کو پکڑے ہوئے ہیں۔ یہ پکڑنے والے کون ہیں؟ اس کا شفیق باپ ہے اس کے مہربان بھائی ہیں۔ ہر طرف سے جکڑے ہوئے ہیں۔ ارے کیا ساری دنیا اس کی مخالف ہوگئی ہے؟ کوئی اس کی چیخ و پکار کو نہیں سن رہا ہے اور وہ گالیاں دے رہا ہے مگر حکیم جو ہے وہ مسکرا مسکرا کر نشتر لگا رہا ہے۔ اس کے فاسد مادوں کو نکال رہا ہے۔ اب اس کے بعد ہم نے آکر حکیم صاحب

سے کہا۔ اتنی گالیاں تو آپ نے کبھی نہ سنی ہوں گی۔ ایک گالی کا بھی آپ نے جواب نہیں دیا۔ آپ گالیوں کے جواب میں مسکرا رہے تھے۔ وہ آپ کو بُرا بھلا کہہ رہا تھا اور آپ اس کو تسکین دے رہے تھے۔ کہا سوچو وہ جو بول رہا تھا، مریض نہیں بول رہا تھا، وہ تو مرض بول رہا تھا۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔ یہ تو ابتدائی منزل تھی۔ مرض کا مزاج یہی ہوتا ہے۔ چڑچڑا پن ہوتا ہے، شدت آتی ہے اور حکیم اپنا کام کرتا جاتا ہے۔ اس کے بعد پھر کیا ہوا؟ حکیم صاحب اپنے مطب میں پہنچ گئے اور دو روز کے بعد جب اسے اطمینان وسکون کی نیند آئی، تو وہی مریض جس نے حکیم کو گالیاں دی تھیں دوڑا ہوا آیا حکیم صاحب کے پاس۔ اے حکیم صاحب آپ نے بڑی مہربانی کی۔ رات کو نیند نہیں آتی تھی۔ میں بہت پریشان تھا، مگر آپ نے بہت اچھا کر دیا۔ اب دیکھئے میں اپنے پیروں پر چل کے آیا ہوں۔

اب ذرا غور کرو، وہ بولی مرض کی تھی اور یہ بولی مریض کی ہے یہ صحت مند مریض کی بولی ہے مرض ایسے ہی بولا کرتا ہے۔ اس پر جب نشتر چلاؤ گے تو مریض چیخ پڑے گا کیوں؟ اسلئے کہ مرض بول رہا ہے۔ جب مرض اچھا ہو جائے گا تو آپ کے شکریہ ادا کریگا۔ بہت اچھا کیا ہے جو آپ نے کیا ہے۔ ہمارے ناسور کو ختم کیا ہے تو سوچو حکیم جو شدت کرتا ہے یہ بھی رحمت کا تقاضا ہے۔ فاسد مادوں کو نکالنے کیلئے حکیم جو شدت کرتا ہے تو اسے شدت مت کہو، اسے زیادتی مت کہو، اسے ظلم مت کہو۔ اگر حکیم ایسا نہیں کرے گا تو یہ مریض اچھا کیسے ہو گا؟ تو یہ علمائے ملتِ اسلامیہ جو ہیں کیا ہیں؟ اسی حکیم کے نائب ہیں، وارث ہیں ان کو بھی طریقۂ علاج بتایا گیا ہے۔ بہت سے ایسے مریض ہیں جن کے اندر عقیدے کی برائیاں ہیں نظریات کی خامیاں ہیں۔ خیالات کی برائیاں ہیں۔ تو یہ حکیم جب ان خیالات کو نکالنے کیلئے ان خیالات کے ناسور پر نشتر چلاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ مولانا عبد الوہاب صاحب تو ممبر پر گالی دیتے ہیں مولانا محمد حنیف صاحب تو ممبر پر گالی دیتے ہیں۔ مولانا احمد سعید صاحب تو ممبر پر گالی دیتے ہیں یہ مرض بول رہا ہے۔ ——— مرض اچھا ہو جائیگا تو کہیں گے بہت اچھا

آپ نے سمجھایا تھا، ہم تو رسول کے دشمنوں میں جا رہے تھے، آپ نے بچا لیا۔

کیا ہم گالیاں دیتے ہیں؟

جب تک ناسور رہے گا، جب تک کہ مادے رہیں گے، بولی یہی رہے گی۔ تو دیکھو مولانا بھی خفا نہیں ہوتے، چاہے جو کچھ کہہ لو۔ مجھ سے پوچھا گیا تھا ایک مقام پر مولانا کا نام ہے کہ کہ مولانا عبدالوہاب کے بارے میں سنا گیا ہے کہ گالیاں دیتے ہیں اور وہ بھی ممبر پر گالیاں دیتے ہیں۔ تو میں نے کہا کہ میں نے بھی تمہارے بارے میں کچھ سنا ہے۔ کہا کیا سنا ہے؟ کہ تم نماز میں گالی دیتے ہو۔ وہ تو ممبر پر گالی دیتے ہیں، تو تم نماز میں گالی دیتے ہو۔ کہاں گالی دیتا ہوں؟ میں نے کہا تم نماز میں نہیں پڑھتے! اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بولو شیطان کو گالی دی کہ نہیں دی، شیطان کو رجیم کہا کہ نہیں کہا؟ شیطان کو مردود بتایا کہ نہیں بتایا؟ تو تم تو نماز میں گالی دیتے ہو۔ ہم تو صرف ممبر ہی پر گالی دیتے ہیں کہا کہ نہیں صاحب شیطان تو رجیم ہے ہی، لہٰذا اسے رجیم کہنا گالی نہیں ہے تو ہم نے بھی کہہ دیا کہ مولانا عبدالوہاب صاحب جن گمراہوں کو جو کہتے ہیں، وہ واقعی وہی ہیں، لہٰذا یہ گالی نہیں ہے۔

دو طرح کے مریض

تو اچھی طرح سمجھ لو حکیم جو برتتا ہے، وہ مرض کے ساتھ برتتا ہے مریض کے ساتھ نہیں برتا کرتا، مگر اتنا ضرور ہے کہ مریض بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک فرمانبردار مریض ہوتا ہے اور ایک نافرمان مریض ہوتا ہے جو بڑا چڑچڑا ہوتا ہے۔ فرماں بردار مریض حکیم کی ہر ہدایت بخوشی قبول کرلیتا ہے دواؤں کی تلخی اور کڑواہٹ کی شدت کو برداشت کرلیتا ہے۔ اس کے برخلاف نافرمان مریض بڑا ہی ضدی ہوتا ہے۔ اس کے مزاج میں بڑی گستاخی رہتی ہے جو حکیم کے چہرے کو دیکھتا اور گالی شروع کر دیتا ہے۔ ابھی تو اس نے کچھ کیا بھی نہیں۔ ابھی تو کچھ بولے بھی نہیں، اس نے گالی شروع کردی اتنا ضدی ہے سنو جی! رحمت تو ان کی سب کے ساتھ ہے، مگر محبت سب کے ساتھ نہیں ہوسکتی محبت تو فرمانبرداروں کے ساتھ ہو گی۔ محبت تو اطاعت شعاروں کے ساتھ ہو گی۔ محبت تو

ماننے والوں کے ساتھ ہوگی۔ محبت تو اشارۂ ابرو پر چلنے والوں کے ساتھ ہوگی ہاں یہ اور بات ہے، رحمت سب کے ساتھ ہے۔

رحمت و محبت کا فرق

رحمت و محبت کا فرق میں بتاؤں۔ دیکھو تین منزلوں سے آدمی گزرتا ہے۔ ماں اور بچے کی مثال سے سمجھاؤں ایک ہے تربیت اور ایک ہے رحمت اور ایک ہے محبت۔ ماں نے بچے کو دودھ پلا دیا تربیت کا حق ادا ہوگیا، مگر ماں بچے کو صرف دودھ پلا کے بات ختم نہیں کرتی۔ سینے سے لگا کے سُلاتی بھی ہے یہ رحمت ہے۔ دودھ پلانا تربیت اور گود میں رکھ کر سلا دینا یہ رحمت ہے اور اس کے بعد جب بچہ سو گیا، تو اس نے لے جا کر جھولے پر ڈال دیا اور جھولے میں ڈال کر ماں کام میں چلی گئی، مگر مڑ مڑ کے دیکھ رہی ہے کہیں بچہ جاگ تو نہیں گیا، کہیں ایڑیاں تو نہیں رگڑ رہا ہے تو دیکھو دودھ پلانا تربیت ہے گود میں لے کے سلا دینا رحمت ہے اور غافل نہ رہنا یہ محبت ہے، تو محبت اور چیز ہے۔

رسول کی رحمت کفارِ مکہ سے پوچھو

میرے رسول کی رحمت تو عام ہے تمہاری سمجھ میں نہ آئے۔ اگر رسول کی رحمت پوچھنا چاہتے ہو تو جاؤ کفارِ مکہ سے پوچھو اور اس منظر کو یاد کرو کہ میرا رسول مکے کی سرزمین پر فاتحانہ شان سے آیا تھا۔ یہ اس قوم میں آیا جس قوم نے رسول کو اپنے وطن میں رہنے نہ دیا۔ یہ وہ قوم تھی جس نے رسول کی راہ میں کانٹے بچھائے تھے یہ وہ قوم تھی جس نے رسول کے چاہنے والوں کے سینے پر پتھر رکھا یہ وہ قوم تھی جس نے رسول کو مدینے میں بھی چین سے رہنے نہ دیا تھا۔ یہ وہ قوم تھی جس نے رسول کے چاہنے والوں کو آگ کے حوالے کیا تھا۔ آج یہ قوم محکوم اور مفتوح کی حیثیت سے سامنے ہے اور سیدنا خالد ابن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جوشِ شجاعت شباب پر ہے جوشِ غضب ابال کھا رہا ہے۔ الیوم یوم الملحمۃ یوم الملحمۃ۔ آج خون بہانے کا دن ہے۔ آج انتقام لینے کا دن ہے۔ حضرت خالد یہ کہہ رہے ہیں، مگر میرا رسول یہ کہہ

رہا ہے۔ الیوم یوم المرحمہ۔ الیوم یوم المرحمہ آج رحمتوں کا دن ہے۔ آج احسان کرنے کا دن ہے۔ آج معاف کرنے کا دن ہے۔ آج مہربانی کا دن ہے اور رسول واقعی آپ سارے عالم کیلئے رحمت ہیں۔

اور سنو جی! میرے رسول کہتے ہیں سنو جی جو ابوسفیان کے گھر میں چلا جائے اس کو امان جو ابوسفیان کے گھر میں چلا جائے اس کو امان۔ یہ حضرت سفیان کون ہیں؟ یہ وہی ہیں جنہوں نے ہر غزوہ میں شریک ہو کر اسلام کا مقابلہ کیا۔ یہ حضرت ابوسفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وہی ہیں جو ایمان لانے سے پہلے رسول کی دشمنی کا پورا حق ادا کرتے رہے۔ یہ ابوسفیان وہی ہیں جن کے گھر میں اسلام کے بڑھتے ہوئے وقار کو مٹانے کے منصوبے بنتے تھے۔ یہ حضرت ابوسفیان وہی ہیں جن کے گھر میں نہ جانے کتنے فتنوں کے پروگرام بنتے تھے۔ یہ حضرت ابوسفیان وہی ہیں جن کا گھر دار فتنہ بنا ہوا تھا۔ مگر میرا رسول کہہ رہا ہے جو ابوسفیان کے گھر میں چلا جائے اسے امان ہے۔ یعنی دیکھو دنیا کے سلطانوں کا یہ طریقہ ہوتا ہے کہ جب وہ کہیں جاتے ہیں تو دار امن کو دار فتنہ بنا دیتے ہیں اور یہ نبی کی رحمت ہے کہ دارِ فتنہ کو دار الاماں بنا رہی ہے۔

کرم سب پر ہے کوئی ہو کہیں ہو
تم ایسے رحمۃ للعالمین ہو

میدانِ طائف سے پوچھو

رسول کی رحمت کو اگر دیکھنا ہے تو چلو میدان طائف میں دیکھو۔ یہ قوم جس نے رسول کو تقریر نہ کرنے دی۔ جس نے آپ کے اوپر پتھر برسائے۔ ذرا غور کرو، ذرا سوچو، کتنا ظلم کیا اور پھر ایک وقت آیا کہ ملک جبال، پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہے۔ اے اللہ کے رسول آپ کی قوم نے کیا کیا؟ رب سب دیکھ رہا ہے۔ اسی سمیع و بصیر نے ہمیں بھیجا ہے کہ آپ حکم دیں کہ اس قوم کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ حکم دیجئے آپ جو چاہیں۔ ان دونوں پہاڑوں کو اگر چاہیں تو میں ملا دوں؟ یہ قوم ہمیشہ کیلئے نیست و نابود ہو جائے۔

ذرا غور تو کرو۔ ایسے وقت میں انتقامی جذبہ کتنا جوش و شباب پر ہوا کرتا ہے مگر میرے رسول نے کہا سنو میں یہ نہیں چاہتا کہ یہ ہلاک ہو جائیں۔ ان پر قوم نوح کا عذاب آجائے ان پر عذاب قوم لوط آجائے۔ ان پر عذاب قوم مدین آجائے۔ میں نہیں چاہتا اے دینے والے اگر تو انہیں کچھ دینا چاہتا ہے عذاب نہ دے، نجات دے دے ہدایت دیدے۔ اے دینے والے اگر تو انہیں کچھ دینا چاہتا ہے ، تو راہ مستقیم پر لگا دے۔ کیا پیارے الفاظ ہیں میرے رسول کریم کے۔ بل ارجوا ان یخرج اللہ من اصلابھم من یعبد اللہ وحدہ لا شریک بہ شیئا۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ ان کو مٹا دیا جائے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ ان کو نیست و نابود کر دیا جائے میں یہ نہیں چاہتا کہ دھرتی سے ان کے نام و نشان کو مٹا دیا جائے۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ اولاً تو انہیں ایمان والا بنا دیا جائے اور اگر ان کے مقدر میں ایمان نہیں ہے تو کم سے کم ان کی پیٹھ میں سے ایک ایسی قوم نکلے جو ایک خدا کی پجاری ہو، جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ سنو جی علماء کرام کہتے ہیں کہ رسول کی بصیرت دیکھ رہی تھی کہ یہ ایمان والے ہیں اور ان کی پشت میں ایمان لانے والے بھی ہیں جو ابھی پیدا نہیں ہوئے، ابھی پشت ہی میں ہیں اور ابھی سے بچارہے ہیں۔

تو نیکوں نے بروں کو بچالیا اور جو برے تھے، مگر ان کے مقدر میں نیکی تھی۔ انہوں نے نیکی کو اختیار کر لیا ہے

وہ ہر عالم کی رحمت ہیں کسی عالم میں رہ جاتے
یہ ان کی مہربانی ہے کہ یہ عالم پسند آیا!
کرم سب پہ ہے کوئی ہو کہیں ہو
تم ایسے "رحمۃ للعالمین" ہو

اے محبوب! ہم نے تجھے سارے عالم کیلئے رحمت بنا کر بھیجا۔ | وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ

اس میں دوست و دشمن کی تفریق نہیں۔ ہاں اتنا فرق ضرور

ہے انبیاء کرام آئے ایک قوم کیلیے رحمت ایک زمانے کیلیے رحمت۔ ایک ماحول کیلئے رحمت بن کر۔ مگر میرا رسول آیا تو سارے عالم کے لیے بن کر رحمت اولین و آخرین کیلئے رحمت۔ انبیاء ومرسلین کے لیے رحمت۔ تمام کائنات کے لئے رحمت۔ مگر رحمت اور ہے، محبت اور ہے۔ محبت و رافت کی جب بات آئے گی تو بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ۔ یہ تو مومنین کا مقدر بن چکی ہے۔ اگر رسول کی محبت ہو گی تو ایمان والوں سے ہو گی رحمت تو سبھی کے ساتھ ہے۔ مگر محبت صرف ایمان والوں کے ساتھ ہے اور واقعی ایمان والا تو رسول کی محبت ہی کا ہو کا ہے۔ رسول کی محبت اگر ہو گی تو ایمان والوں کو ہو گی انہیں جنت چاہے ملے یا نہ ملے صرف یہی بات نہیں ہے کہ میں صرف جوشِ محبت میں یہ بات کہہ رہا ہوں۔ بلکہ ہمیں تو یاد پڑ گیا کہ ایک صحابیِ رسول جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کیلئے مدینے بھیجا تھا اور وہاں سے بہتر نفوسِ قدسیہ بارگاہِ رسالت میں آئے تھے اور ایمان لے آئے رسول پر اور پوچھا اس کا کیا اجر ملے گا؟ کیا صلہ ملے گا۔ جب حضور نے جنت کی بات کی تو انہوں نے کہا کہ سرکار آپ کہاں ہوں گے؟ جنت کے ذکر سے انہیں اطمینان نہ ہوا۔ جنت کے ذکر سے انہیں سکون نہ ہوا لیکن جب ان مدینے والوں نے یہ سنا کہ سرکار تو انہیں کے ساتھ ہوں گے تو بس ان کو اطمینان حاصل ہو گیا۔ ان کو سکون مل گیا۔ تو دیکھو جو ایمان والے ہیں، وہ رسول کی محبت کے بھوکے ہیں۔ اور اگر ان کو یہ یقین ہو جائے کہ جنت میں سب کچھ ہو گا، مگر رسول نہ ہوں گے، تو ایسی جنت کو یہ چھوڑ دیں گے۔

میدانِ قیامت میں رحمت

اگر اب رسول کی محبت بھی سب کیلئے عام کر دی جائے تو ایمان والوں کے لئے طرۂ امتیاز کیا رہے گا؟ ایمان والوں کی خصوصیت کیا رہے گی؟ ایمان والے جو رسول کے چاہنے والے ہیں وہ بہرحال ممتاز رہیں گے۔ یہاں پہ چلتے چلتے ایک شبہ لا کر ڈال دیا۔ شبہ یہ ہے کہ ہر نبی اپنے امتی کیلئے رحمت اور جب ایسا ہے، تو پھر کیا بات ہے کہ جب میدانِ قیامت میں تو میں انبیاء کرام

کے حضور میں جائیں گے اور عرض کریں گی کہ حضور ہمارے لئے آپ سفارش کردیں۔ تو یہ کہیں گے اِذھَبُوا اِلیٰ غَیرِی۔ میرے غیر کے پاس جاؤ۔ یہ رحمت کے خلاف بات ہوئی کہ نہیں ارے کم ازکم دُعا تو کردینا چاہیے تھی۔ یہ دوسرے کے پاس کیوں بھیج رہے ہیں؟ واقعی غور کرو۔ انبیا کا یہ فرمانا کہ میرے غیر کے پاس جاؤ، یہ بھی رحمت ہے اس لئے کہ وہ جان رہے ہیں کہ یہ شفاعت کبریٰ ہے اس کا دروازہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کوئی نہیں کھولیگا۔ جبھی کہتے ہیں کہ یہاں کیوں آئے ہو؟ وہاں جاؤ جہاں جانا چاہیے، تو رسول کے پاس بھیجنا یہ بھی رحمت کا تقاضا تھا یہاں تمام پاس کرانے سے کیا فائدہ تھا۔ وَمَآ اَرسَلنٰکَ اِلَّا رَحمَۃً لِّلعَالَمِینَ۔ سارے عالم کے لئے رحمت۔ دوستو موضوع تو بہت ہی وسیع ہے مگر چلتے چلتے ایک آخری بات اور کہہ کر کلام کو مختصر کردوں۔

قصور کس کا ہے

طوفانِ نوح لانے سے اے آنکھ فائدہ؟
دو اشک ہی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں۔

اگر اثر کریں تو دو آنسو بھی کافی ہیں اور نہ اثر کریں تو دن بھر کا رونا بے کار ہے دیکھو سوال یہ ہے جب رسول سب کیلئے رحمت ہیں تو اس رحمت سے سب کو فائدہ ہوا کہ نہیں؟ اس سلسلے میں بس وہی مشہور حدیث سنادوں؟ جسے علماء سے آپ نے سنا ہوگا۔ دیکھو بارش سب کیلئے رحمت۔ بارش ہوتی تو ہر جگہ ہے رئیسوں کے ایوانوں پر بھی غریبوں کی جھونپڑیوں پر بھی۔ چٹیل میدانوں پر بھی اور سبزہ زاروں پر بھی۔ برسنے کا ایک ہی انداز، مگر کیا سب کو یکساں فائدہ ملتا ہے؟ اور اگر سب فائدہ حاصل نہ کرسکیں تو کیا قصور فائدہ دینے والے کا ہے؟ یہ کیا بات کہ اسی آگ میں لوہا گیا تو سرخ ہو کر نکلا اور پتھر گیا تو سیاہ ہوکر نکلا۔ جس آگ نے لوہے کو سرخی دی تھی، اس نے پتھر کو سیاہی کیوں دی؟ تو یہی جواب دوگے لوہا سُرخ ہونے کی صلاحیت رکھتا تھا پتھر کے مقدر میں سیاہی تھی۔ جس رسول نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آسمانِ صدق وصداقت کا آفتاب بنایا، وہاں سے ابوجہل کچھ نہ لے سکا۔ جس رسول نے فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرقِ انسانیت کا تاجدار بنایا، اسی رسول سے ابولہب کچھ نہ لے سکا تو معلوم یہ ہوا کہ دینے والا تو سبھی کو دینے آیا تھا لینے والوں میں صلاحیت ہی نہیں تھی۔ دینے والا ایک ہی انداز

سے دیا کرتا ہے الغرض بارش ہر جگہ ہوئی اب اگر کوئی فائدہ نہ اٹھائے تو بارش کا کیا قصور؟ دریا کے کنارے کوئی پیاسا مر جائے تو دریا کا کیا قصور؟ دسترخوان لگا ہوا ہے کوئی بھوکا مر جائے تو کھانے کا کیا قصور؟ ہاتھ میں دوا لئے ہو اور بے دوا کھائے مر جائے تو اس میں دوا کا کیا قصور؟ جنابِ والا! اپنے قصور پر بھی نگاہ رکھنی چاہیے۔

بارشِ نبوت کے تالاب

بارش تو ہوتی ہے ہر جگہ، مگر فائدہ کس کو ملتا ہے؟ اچھی طرح سمجھ لو کہ زمین کی تین قسمیں ہوتی ہیں ایک گڑھے والی زمین یہ مولانا حنیف صاحب۔ یہ مولانا عبدالوہاب صاحب۔ یہ ہمارے شیخِ طریقت پیر نورانی میاں صاحب یہ مولانا نیاز صاحب۔ یہ مولانا احمد سعید صاحب۔ یہ جو علمائے کرام ہیں یہ گڑھے والی زمین ہیں اور ایک وہ زمین ہے جو گڑھے والی نہیں ہوتی اس میں گڑھا نہیں، مگر نرم و نازک ہوتی ہے۔ یہ جتنے اہلِ ایمان ہیں، وہ سب ایسی ہی زمین ہیں اب جو گڑھے والی زمین ہوتی ہے، جب بارش ہوتی ہے تو وہ خوب ٹھنڈی بھی ہو جاتی ہے اور پانی بھی جمع کر لیتی ہے اور پانی جمع کر کے دوسروں کی پیاس بجھاتی ہے۔ یہ گڑھے والے لوگ ہیں یہ دوسروں کی پیاس بجھاتے ہیں یہ بارش نبوت کے تالاب ہیں حدیث نے علماء کو بارشِ نبوت کے تالاب فرمایا ہے اسی لیے مچھلیاں ان کی زندگی کی دعائیں کرتی ہیں۔ اب اگر کچھ لوگ ان کیلئے بد دعا کریں تو کچھ حرج نہیں۔ ساری مخلوق دعا کرتی ہے کہ علماء کی برکت سے بارش ہوتی ہے۔ اب جن کو بارش کی ضرورت نہیں تو انہیں علماء کی بھی ضرورت نہیں، مگر جنہیں بارش کی ضرورت ہے وہ علماء کی حیات کیلئے دعا کرتے ہیں اگر عالم نہیں ہوں گے، تو بارش بھی نہیں ہوگی۔ رب تبارک و تعالیٰ ان کی برکت سے بارش کا نزول فرماتا ہے تو اب یہ گڑھے والے ہیں۔ بارشِ نبوت کے تالاب یہ خود بھی سیراب ہیں اور دوسروں کو بھی سیراب کر رہے ہیں اور ایک وہ ہیں جو نرم و نازک ہیں۔ بارشِ نبوت سے ٹھنڈے ہو جاتے ہیں اور ان میں سبزیاں بھی اگ آتی ہیں، لہٰذا سرسبز و شاداب رہتے ہیں، مگر یہ گڑھے والے نہیں ہیں یعنی وہ دوسروں کو سیراب نہیں کر سکتے۔ الغرض جب بارش ہوتی ہے تو یہ ہرے بھرے ہو جاتے ہیں۔ یہیں دیکھ لو ذکرِ رسول سے

تمہاری پیشانیاں چمک اٹھیں۔ تمہارا دل خوش ہوگیا، مگر یہ مت سمجھو کہ تمہاری طرح سبھی خوش ہوتے ہیں، اسی طرح ذکر سے تو تم خوش ہوتے ہو، مگر کچھ لوگ جلتے بھی ہیں۔

اسی پر مجھ کو وہ لطیفہ بار بار یاد آتا ہے۔ میں اکثر کہہ دیا کرتا ہوں کہ جب شمع جلتی ہے تو تین جلتے ہیں ایک تو خود شمع جلتی ہے۔ دوسرا اس پر پروانہ جلتا ہے۔ دو جلے اور تیسرا ان کے تعلق کو دیکھ کر ایک اور بھی جلتا ہے۔ بغیر آگ کے جلتا ہے شمع اپنی لو میں جل رہی ہے پروانہ شمع کی لو سے جل رہا ہے اور وہ دور ہی دور سے جل رہے ہیں۔ عجیب جلن ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ پروانہ جلا تو اس کا کوئی نقصان نہ ہوا۔ باز و جل گئے، مگر شمع کے قدموں میں جگہ ملی۔ مگر یہ دُور دُور سے جلنے والے ان کی نہ ادھر کی جگہ نہ ادھر کی جگہ۔

نبوت کی بارش سے فائدہ

یہ زمین جو ہمارے سامنے ہے اہلِ ایمان کی زمین یہ وہ زمین ہے جس پر بارشِ نبوت ہوئی تو یہ ہری بھری ہوگئی اور ایک زمین اور ہے، بڑی سخت زمین ہے، بہت سخت پتھر کی طرح سخت، گنبد کی طرح گول ہوتا یہ ہے کہ جب بارش ہوتی ہے تو پانی اس سے ٹکرا کر نیچے چلا گیا اور اسے کوئی فائدہ نہ مل سکا دیکھا نہیں آپ نے کہ پہاڑ پر بارش ہورہی ہے پانی نیچے آرہا ہے۔ برستا اس پر ہے اور فائدہ نیچے والے کو ملتا ہے اب اگر فائدہ گنبد والے کو نہ پہنچے تو برسنے والے کا کیا قصور؟ اگر تمہیں فائدہ لینا تھا کہ تو گنبد کیوں بنے؟ فائدہ لینا تھا تو سخت پتھر کیوں بنے؟ محبت کی نرمی کیوں پیدا نہیں کی؟ عشق کا گداز کیوں نہیں پیدا کیا؟ تم گڑھے والے کیوں نہیں بن گئے؟ تم تالاب کیوں نہیں بن گئے؟ فائدہ لینا تھا تو کیوں نہیں اپنے کو اس قابل بنایا؟ برسنے والے کا قصور نہیں، مگر ایک بات آپ سوچو گے یہ جو سخت پتھر ہیں۔ اگر ان کو رسول کی رحمت سے کچھ نہیں ملا، تو رسول رحمۃ للعالمین کیسے ہوں گے؟ یہ بھی تو عالم میں ہیں۔ تو میں کہوں گا سنو جی ان کو بھی کچھ ضرور ملا۔ جب دیکھو گنبد پر بارش ہوتی ہے تو گنبد کے کلیجے کو ٹھنڈک تو نہیں ملتی مگر گنبد کے اوپر جو گرد و غبار ہے، وہ جھڑ جاتا ہے کہ نہیں؟ چمک آجاتی ہے۔ کچھ نہ کچھ چہرہ بدل جاتا ہے۔ نقشہ بدل جاتا ہے۔ دل میں ٹھنڈک پہنچے یا نہ پہنچے چہرہ بدل جائے گا۔ لباس بدل

جائے گا تو میں کہتا ہوں یہ بھی رسول کی رحمت ہے کہ جو لوگ رسول کی عداوت و دشمنی رکھتے تھے چہرے ان کے بھی بدلے ہوئے ہیں۔

کچھ نقشہ تو بدل گیا ہے نا اور ایسا بدلا ہوا ہے کہ لوگ مولوی صاحب بھی کہتے ہیں مولانا صاحب بھی کہتے ہیں امام صاحب بھی کہتے ہیں۔ حافظ جی بھی کہتے ہیں تو یہ بھی رسول کی رحمت ہے کہ گرد و غبار اڑ گئے ہیں، دل میں ٹھنڈک پہنچے یا نہ پہنچے۔ یہ کون دیکھتا ہے، کم سے کم چہرہ تو بدل گیا

نجد کا ترجمہ

دیکھو دوستو! ایک کتاب ہے "غیاث اللغات" اسکا نام ہے جو نہ لکھنؤ میں لکھی گئی نہ بریلی میں۔ اس کے مؤلف مولانا عبدالوہاب صاحب بھی نہیں۔ مولانا محمد حنیف صاحب بھی نہیں، غیاث اللغات' لغت کی کتاب ہے ڈکشنری ہے اس کو اٹھا کر تو دیکھو اس میں لکھا ہے نجد کے معنی ہیں سخت ابھری ہوئی زمین اس ترجمے کو دیکھا تو ایمان تازہ ہو گیا۔ اے رسول آپ کی رحمت تو ہر جگہ برسی۔ یمن میں برسی، شام میں برسی۔ مدینہ میں برسی، مکے میں بھی، نجد میں بھی۔ آپ ہر جگہ کیلئے رحمت ہیں، مگر وہ ابھری سخت زمین۔ اسے کچھ نہ ملا۔ یمن والے بازی لے گئے۔ شام والے بازی لے گئے، مکے والے بازی لے گئے مدینے والے بازی لے گئے، مگر نجد محروم رہا۔ وہاں برسا اور وادی والے فائدہ اٹھا لے گئے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

اے محبوب ہم نے آپ کو سارے عالم کیلئے رحمت بنا کے بھیجا ہے۔

شعر
وہ ہر عالم کی رحمت ہیں، وہ ہر عالم میں رہتے ہیں
بہ فیضِ رحمۃ للعالمین رحمت ہی رحمت ہے

اب کھڑے ہو کر بارگاہِ رسالت میں نذرانۂ عقیدت پیش کیجیے۔

خطبہ (۷)

رفعتِ مصطفیٰ

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ
مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ۔

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر ۔۔ نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا
بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست ۔۔ اگر باؤ نہ رسیدی تمام بولہبی ست
حُسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری ۔۔ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری
فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں ۔۔ خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

اگر خموش رہوں میں تو تو ہی سب کچھ ہے
جو کچھ کہا تو تیرا حُسن ہوگیا محدود

درود پاک تین بار:۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ
كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى اَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِ۔

ترجمہ:۔ یہ رسول ہیں ان میں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ ان میں سے بعض وہ ہیں جن کو اللہ نے شرفِ ہمکلامی سے مشرف فرمایا اور بعض وہ ہیں جن کو اللہ نے درجوں بلند کیا ہے۔ اگر میں آپ سے کہوں کہ اس مجمع کے اندر بعض وہ ہیں جن کو بعض پر فضیلت حاصل ہے، تو آپ کو اسے مان لینے میں کوئی انکار نہیں ہوگا، ظاہر ہے کہ اتنا بڑا مجمع ہے تو اس میں بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہی ہوگی۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جسے سمجھنے میں کوئی دشواری ہو، لیکن اگر میں یہ کہوں

کہ ان میں ایک ایسا ہے جو ان سب پر درجوں فضیلت رکھتا ہے تو اب اس ایک کا سمجھنا بہت دشوار ہے۔ آخر وہ ایک کون ہے جو ان تمام پر درجوں فضیلت رکھتا ہے۔ ہم نے نام نہیں لیا ہم نے کوئی وصف ذکر نہیں کیا۔ کوئی وصف مخصوص اگر ذکر کر دیتے تو ذہن ادھر چلا جاتا کہ اشارہ فلاں کی طرف ہے۔ اگر کوئی خاص بات اس کی طرف جو مشہور تھی؛ ذکر کر دیتے تو ذہن اس کی طرف چلا جاتا مگر ہم نے یہ اندازِ بیاں اختیار کیا ہے۔ نہ نام لیا ہے نہ کسی کمال کی طرف اشارہ کیا ہے نہ کسی صفت کا ذکر کیا ہے۔ بس مجمل طور پر اتنا ہی کہہ دیا ہے کہ اس پورے مجمع میں ایک ایسا ہے جو اپنے ماسوا پر درجوں بلند ہے بتاؤ کتنی دشواری ہے۔ اس ایک نکتے کو سمجھنے کیلئے کس قدر پریشانی ہے۔ اس ایک کا علم حاصل کرنے کیلئے ہے نا پریشانی سے کوئی جو جواب دے سکے۔ ہے کوئی جو بتا سکے کہ وہ کون ہے جو درجوں بلند ہے۔ مگر دوستو! دشواری کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ فرض کرو اس مجمع میں ایک ایسا انسان ہے جس کی بلندی جانی پہچانی ہو، جس کی رفعت کے پرچم لہرائے جا چکے ہوں جس کی عظمت کا سکہ لوگوں کے دل و دماغ پر بٹھایا جا چکا ہو۔ اگر کوئی ایسا انسان اس مجمع میں ہے تو یقین جانو نہ نام لینے کی ضرورت ہے نہ اس کی کسی صفتِ مخصوصہ کے ذکر کی ضرورت ہے۔ ہم صرف یہ کہیں گے کہ یہاں ایک ایسا ہے جو درجوں بلند ہے، تو سب کا ذہن اسی طرف چلا جائیگا۔ وہ درجوں بلند ہونے والا وہی ہے، وہ رفعت والا وہی ہے۔ وہ شوکت والا وہی ہے۔ وہ برتری والا وہی ہے وہ افضلیت والا وہی ہے جس کی افضلیت کے پرچم ہمیشہ لہراتے رہے جس کی افضلیت کے ترانے گانے والے ہمیشہ گاتے رہے۔ یہ بڑے کمال کی بات ہے کہ نام نہ لو، ذہن ادھر چلا جائے ایسے بلند بہت کم ہوا کرتے ہیں کہ بلندی کا ذکر ہو اور خیال ان کی طرف چلا جائے۔

درجات کی بلندی

تو آؤ تلاش کیا جائے کہ قرآنِ کریم نے جس کو درجوں بلند بتایا ہے، وہ کون ہے۔ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ میں تو ارشاد ملتا ہے کہ شرفِ ہمکلامی سے مشرف ہونے والے سیدنا کلیم علیہ السلام ہیں۔ مگر وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ۔ ہم نے جس کو درجوں بلند کیا ہے، وہ کون ہے؟ یہ رفعت والا کون

ہے ؟ یہ عظمت والا کون ہے ؟ ایک چیز یہاں ذہن نشین کرتے چلئے۔ دیکھئے یہ جو فضیلت کی بات ارشاد فرمائی جارہی ہے، وہ انسانوں کے مابین فضیلت کی بات نہیں کہ انسانوں میں بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ وہ پڑھے لکھے لوگوں یا عبادت گزاروں کے درمیان فضیلت کی بات نہیں کہ پڑھے لکھے لوگوں پر بعض کو بعض پر فضیلت دی یا عبادت کرنے والوں میں بعض کو بعض پر فضیلت دی بلکہ آیت کریمہ میں رسولوں کا ذکر ہے کہ رسولوں میں بعض کو بعض پر فضیلت دی اور یہ جو درجوں بلند ہونیوالا ہے وہ عام انسانوں پر نہیں، بلکہ ان بلند ہونے والوں پر درجوں بلند ہے۔ اب آؤ جن کے بعض پر بعض کو فضیلت دی گئی ہے۔ پہلے ان بلند ہونے والوں کو سمجھو، پہلے حضرت آدم کو سمجھو پہلے حضرت خلیل کو سمجھو پہلے حضرت اسماعیل کو سمجھو۔ پہلے حضرت کلیم کو سمجھو، پہلے حضرت مسیح کو سمجھو، پہلے سارے انبیاء سابقین کو سمجھو اور جب تم ان کے مقام کو جہاں تک سمجھ سکو سمجھ لو۔ تو اب آؤ اور اس کو سمجھو جو ان بلند ہونے والوں درجوں پر بلند ہے۔ اس کے علم کو دیکھو گے ؟ تو پہلے علم والوں کو سمجھو، اس کے کمالات کو سمجھنا چاہتے ہو تو پہلے فضیلت والوں کو سمجھو، اختیار والوں کو سمجھو۔

الغرض بلند کرنے والے نے انبیاء و مرسلین پر اس کو درجوں بلند کیا۔ یہ تو بعد میں تحقیق ہوگی کہ آخر یہ بلند ہونیوالا کون ہے ؟ مگر اس مقام پر غور کرو کہ جب یہ حضرت کلیم پر درجوں بلند ہیں جب یہ حضرت خلیل پر درجوں بلند ہیں۔ جب یہ حضرت مسیح پر درجوں بلند ہیں جب یہ حضرت نوح پر درجوں بلند ہیں، تو ہم سے کتنے بلند ہوں گے۔ اس کا کچھ اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا کہ ہما و شما پر بلند ہونے والا کتنا بلند ہوگا۔ اب کتنے شرم کی بات ہے کہ جو حضرت خلیل پر درجوں بلند ہو جو حضرت مسیح پر درجوں بلند ہو۔ اس کے متعلق آپ یہ سوچنے لگیں کہ ہماری طرح چلتا پھرتا ہے۔ ہماری طرح کھاتا پیتا ہے اس کو آپ اپنے سے ملانے سے پہلے تمہیں یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ تم اس طرح سب انبیاء پر درجوں بلند ہو۔ تمہارا طرز فکر بتا رہا ہے کہ تم پستی کی بدترین منزل میں ہو اور نہیں میاں ہم تو سمجھ ہی نہیں سکتے کہ تم پستی کی کس منزل میں ہو۔ یہاں تو اللہ تعالیٰ ان کا ذکر فرما رہا ہے جن کی رفعت و بلندی میں ذرا برابر شک کی بات نہیں ہے۔

فضیلت کسے کہتے ہیں

اچھا آئیے ایک علمی نکتے کی طرف آپ کے ذہن کو لے جاؤں۔ الفاظ ملتے جلتے ہیں، مگر تھوڑا تھوڑا معنوی فرق ہے۔ یہ عظمت ہے، یہ کرامت ہے۔ یہ شرافت ہے، یہ رفعت ہے، یہ فضیلت ہے الفاظ بالکل ملتے جلتے ہیں، مگر تھوڑا سا فرق میں آپ کو بتاتا جاؤں۔ یہ فضیلت کس بات میں ہوتی ہے؟ فضیلت ہوتی ہے علمی حیثیت سے۔ کسی کو علم میں اگر برتری حاصل ہو تو اس کو کہیں گے یہ صاحب فضیلت ہے۔ فضیلت ملتی ہے علم سے۔ اسی لیے آپ مدرسوں میں دیکھتے ہیں کہ دستارِ فضیلت کے جلسے ہوتے رہتے ہیں، مگر دستارِ شرافت کے اجلاس نہیں ہوتے۔ اس لئے کہ فضیلت ملتی ہے علم سے اور شرافت ملتی ہے نسب سے۔ اسی نسب کی طرف منسوب کر کے کہتے ہیں فلاں بڑی ہی شرافتِ نسبی والا ہے اور کرامت ملتی ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ وہ جس کو چاہے کرامت والا بنا دے۔ تو کرامت ملتی ہے اللہ و رسول کے حکم و فیضان سے اور عظمت ملتی ہے خدا اور رسول کی طرف نسبت سے۔

رفعت کی تعریف

اور جو رفعت ہے، وہ ان سب کو شامل ہے۔ رفعت میں عظمت بھی ہے، شرافت بھی ہے فضیلت بھی ہے، کرامت بھی ہے تو پتہ یہ چلا کہ یہ جو بتایا جا رہا ہے کہ بعض کو بعض پر فضیلت دی گئی ہے وہاں فضیلت سے علم مراد ہے کہ بعض کو بعض پر فضیلت دی گئی ہے۔ اب اگر رفع بعضھم کی جگہ فَضَّلَ بَعْضَہُمْ کا فقرہ ہوتا، تو ہم سمجھتے کہ ہمارا رسول انبیاء کے گروہ میں، انبیاء کے جھرمٹ میں صرف علم میں ممتاز ہے، مگر وہاں رفعت کا ذکر استعمال فرما کے یہ بتایا کہ ہمارا محبوب جو ہے وہ فضیلت میں بھی ممتاز ہے، شرافت میں بھی ممتاز ہے۔ کرامت میں بھی ممتاز ہے۔ معجزے میں بھی ممتاز ہے۔ کمالات میں بھی ممتاز ہے۔ الغرض ہر چیز میں ممتاز ہے۔ وَرَفَعَ بَعْضَہُمْ دَرَجٰتٍ۔ ہم نے بعض کو درجوں بلند کیا۔ ہم آپ کو زیادہ اجمال میں نہیں رکھنا چاہتے۔

لہٰذا مفسرین کرام کا یہ ارشاد آپ کے سامنے عرض کر دیتے ہیں کہ بعض سے مراد ہیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، کائنات مرسلین کو پورے طور پر نگاہ میں رکھو اور پھر سوچو کہ سرکارِ عربی کو ان سب پر درجوں بلند کیا گیا ہے۔ کتنے درجے بلند کئے؟ ذرا شمار کیا جائے، مگر دوستو! یہاں ابہام کا معاملہ ہے۔ لینے والے نے لیا اور دینے والے نے دیا۔ بات پوشیدہ کی پوشیدہ ہی یہی ایک جگہ نہیں، بلکہ بہت سی جگہ بات مبہم رکھی گئی ہے۔ ہم ہر جگہ پریشان رہے۔ فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی۔ دے دیا اپنے بندے کو جو دے دیا۔ کیا دیا پتہ نہیں۔ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ اے محبوب! ہم نے تیرے ذکر کو بلند کیا۔ کتنا بلند کیا پتہ نہیں۔ وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ۔ اے محبوب! جو تم نہیں جانتے تھے، سب سکھا دیا۔ کتنا سکھا دیا پتہ نہیں۔ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ۔ اے محبوب! خدا نے تجھے درجوں بلند کر دیا۔ کتنا بلند کیا پتہ نہیں۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ میرے رسول کو جو حقیقی بلندی و رفعت حاصل ہے۔ ہمارے الفاظ اس کو بیان کرنے سے عاجز ہیں یا یہ کہ ہم اسے سننے اور سمجھنے کی صلاحیت سے خالی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ جیسا دماغ ہے، ویسا ہی ہمیں سمجھایا۔ اس رفعت کو ہم میں سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں جو رفعت ملی ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو۔

رسول کے وسیلے سے دُعا مانگنا

مگر آپ یہ دعویٰ کریں گے کہ بعض کا ترجمہ انہوں نے جو کیا ہے کس روشنی میں کیا ہے تو میں کہوں گا کہ اسی اصول کو سامنے رکھو جس کا ذکر ہو چکا ہے کہ وہ کون ہے جس کی عظمت و رفعت جانی پہچانی ہے تو آؤ دیکھو اس رسول کو آج ہی لوگوں نے نہیں جانا۔ اس رسول کو لوگ بہت پہلے ہی سے جان رہے تھے یہی وہ رسول ہیں کہ جس کے وسیلے سے دعائیں کرانے والے یہ الفاظ استعمال فرمایا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ انْصُرْنَا عَلَيْهِمْ بِالنَّبِيِّ الْمَبْعُوْثِ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ الَّذِيْ نَجِدُ صِفَتَهٗ فِي التَّوْرَاةِ	اے اللہ ہمیں ان پر غالب کر دے اس نبی کے واسطے جو آخری زمانہ میں مبعوث ہونے والے ہیں اور جن کی یہ صفتیں ہم توریت کے اندر پا رہے ہیں

ذرا غور کرو حضرت کلیم علیہ السلام کا ماننے والا کلمہ پڑھ رہا ہے حضرت کلیم کا اور واسطہ دے رہا ہے نبی آخر الزمان کا۔ ذرا سوچو حضرت مسیح علیہ السلام کا کلمہ پڑھنے والا حضرت مسیح کا کلمہ پڑھ رہا ہے اور واسطہ دے رہا ہے نبی آخر الزمان کا۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ انبیاء کرام کے ہر دور میں نبی آخر الزمان کا بڑا چرچا تھا۔ ہر طرف ذکر ہو رہا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمہیں ایسا کوئی نبی نہیں ملے گا، جس نے اس نبی کو یاد نہ کیا ہو جس نے اس نبی کا ذکر نہ کیا ہو۔ تو جب سارے گروہ انبیاء میں اس کا چرچا ہی چرچا ہے تو اب اگر کوئی ہم سے کہے گا کہ انہیں میں ایک ایسا ہے جو درجوں بلند ہے۔ ذہن اسی کی طرف تو جائے گا، وہ درجوں بلند ہونے والا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، مگر میں بہت سارے مباحث کو نظر انداز کر کے آپ کی توجہ خاص قرآنِ کریم کی طرف لے جانا چاہتا ہوں پہلے اس درجوں بلند ہونے والے کو سمجھو۔ میں کوشش یہ کروں گا کہ قرآنِ کریم سے آپ سمجھیں کہ وہ درجوں بلند ہونے والا کون ہے۔ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ۔ اس نے بعض کو درجوں بلند کیا۔ یہ بعض کون ہے؟ قرآنِ کریم سے پوچھو۔

حضرت خلیل کا معروضہ

دیکھو گروہِ انبیاء کا معاملہ ہے۔ انہیں میں ایک پر دوسرے کو فضیلت دینے کا معاملہ ہے۔ لہٰذا گروہِ انبیاء کے احوال و کوائف قرآنِ کریم سے ہمیں حاصل کرنا ہے اور ہم یہ کوشش کریں گے کہ جو کچھ عرض کریں، وہ قرآنی آیات کی روشنی میں عرض کریں۔ دیکھو حضرت خلیل کی جلالتِ شان کو کون نہیں جانتا۔ اللہ کے خلیل بارگاہِ خداوندی میں کیا عرض کر رہے ہیں۔ لَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ اے اللہ قیامت کے دن مجھے رسوا نہ فرمانا۔ سیدنا خلیل کے رسوا ہونے کا سوال ہی کیا ہے؟ یہ نبی و رسول اور اللہ کے خلیل ہیں۔ نہ جانے کتنے کو ان کے دامن سے وابستہ ہونے کی وجہ سے رسوائی سے نجات ملے گی۔ ان کے رسوا ہونے کا کیا سوال؟ مگر یہ ان کی شانِ عبدیت یہ ان کا بارگاہِ الٰہی میں ادب ہے کہ عرض کر رہے ہیں۔ لَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ۔ الٰہ العالمین مجھے قیامت کے

دن رسوا نہ فرمانا۔ سوچو ایک نبی جلیل معبود برحق کی بارگاہ میں معروضہ پیش کر رہا ہے اور بندے کو حق ہے کہ اپنے مالک کی بارگاہ میں جس طرح سے چاہے اپنے معروضات کو پیش کرے۔ لاتخزنی یوم یبعثون اے رب العالمین قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کرنا۔ یہ حضرت خلیل علیہ السلام عرض کر رہے ہیں۔ ایک منظر تو ہم یہ دیکھ رہے ہیں اور دوسرا منظر یہ دیکھتے ہیں رب تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ۔ سنو قیامت کا دن وہ دن ہے کہ اللہ اپنے نبی کو، نبی تو نبی جو دامنِ نبوت سے وابستہ ہو جائیں، ان ایمان والوں کو بھی رسوا نہ فرمائے گا۔ کیا مطلب؟ حضرت خلیل نے اپنی زبان مبارک سے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا تھا کہ اے رب ہمیں رسوا نہ فرمانا۔ اور حبیب کو بولنے بھی نہیں دیا جا رہا ہے۔ میرا رسول بھی اگر کہتا تو کچھ حیرت کی بات نہ تھی۔ کچھ تعجب کی بات نہ تھی۔ حضرت خلیل ایک مرتبہ معروضہ پیش کر چکے تھے تو اب رسول کو زحمت نہیں دی جا رہی ہے کہ اے محبوب! تم بھی وہی بات کہو جو حضرت خلیل کہہ چکے ہیں۔ انہوں نے کہا تھا۔ لاتخزنی یوم یبعثون۔ وہ دعا کر رہے ہیں اور اے محبوب! میں تجھے مژدہ سنا رہا ہوں زبان ہلانے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ کچھ مجھ سے معروضہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے اللہ تعالیٰ اپنے فیصلے کو ظاہر فرما رہا ہے کہ قیامت کے دن اے محبوب! وہ تمہیں رسوا نہ کریگا اور تمہاری رسوائی کا کیا سوال ہے؟ جو تمہارے دامن سے وابستہ ہو جائیں ان کو بھی اللہ تبارک و تعالیٰ رسوا نہ فرمائے گا۔ جب ایمان والوں کو رسوا نہ فرمائیگا تو جانِ ایمان کو رسوا فرمانے کا سوال ہی کیا ہے واقعی دوستو! رب کی شانِ ستاری و غفاری دیکھو۔ کتنا کرم فرما رہا ہے، اُمتِ محمدیہ کے اوپر۔ مجھے تو ایک حدیث یاد آگئی۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوئے تھے تو رب تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا، اے محمد! کیا تمہیں اس بات کا غم ہے کہ میں نے تم کو سب کا آخری نبی بنایا ہے۔ سارے نبیوں کے آخر میں بھیجا ہے۔ تو سرکارِ عربی نے کہا، نہیں مجھے اس کا کوئی رنج نہیں ہے۔ کیا تمہاری امت کو اس بات کا رنج ہے کہ میں نے اسے خیر الامم بنایا ہے۔ ساری امتوں کے آخر میں بنایا ہے تو سرکار نے عرض کیا۔ نہیں میری امت کو بھی اس کا رنج نہیں۔ رب

تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اے محمد جاؤ اپنے ماننے والوں کو سنادو، انہیں خبر کردو کہ ہم نے تمہیں سب کے آخر میں اس لئے بھیجا ہے، ساری امتیں تمہارے سامنے رسوا ہوں، مگر تم کسی کے سامنے رسوا نہ ہو۔ تمہارا کوئی مذاق نہ اڑائے۔ یہی تو ہو رہا ہے کہ ہم بنی اسرائیل کا ذکر کرتے ہیں ہنستے ہیں۔ قوم ثمود کا ذکر کرتے ہیں ہنستے ہیں قوم عاد کا ذکر کرتے ہیں ہنستے ہیں۔ قوم مدین کا ذکر کرتے ہیں ہنستے ہیں۔ مگر جب ہمارا نبی آخری نبی ہے۔ تو بعد میں کوئی امت اور آئے گی ہی نہیں، جو ہمارے کرتوتوں کا ذکر کرے اور ہنسے۔

تو دیکھو رسول آخری نبی اور امت آخری امت۔ اچھی طرح سے سمجھ لو کہ آخر میں کیوں بھیجا تاکہ کوئی نئی امت ہمارا مذاق نہ اڑا سکے۔ ہمارے اوپر طنز نہ کر سکے۔ ہمارے اوپر استہزا نہ رہ سکے۔ دوستو الفاظ حدیث تو اپنی جگہ پر ہیں، مگر اس سے تو مجھے ایک اشارۂ رحمت ملتا ہے جب رب تبارک وتعالیٰ کو یہ گوارا نہ ہوا کہ اُمتِ محمدیہ کسی ایک امت کے سامنے رسوا ہو تو قیامت میں وہ اس امت کو کیسے رسوا فرمائے گا۔ وہاں تو ساری امتیں موجود ہوں گی تو یہ رسول کی رحمت ہے جو ہمیں یہاں بھی رسوائی سے بچا رہی ہے اور وہاں بھی رسوائی سے بچا رہی ہے يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِىَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ذرا غور تو کرو رسوائی سے بچنے کا مژدہ ہے۔ ایمان والوں کے رسوا ہونے کا ذکر ہی کیا۔ ہم تو یہ دیکھ رہے ہیں کہ رسول کی امت کو اور سرفراز کیا جا رہا ہے، سربلند کیا جا رہا ہے۔ نوازشات کا مرکز بنایا جا رہا ہے۔

میدانِ حشر میں کفار کا اقرار

ذرا میدانِ محشر کا وہ جانا پہچانا منظر سامنے لے آؤ جو علمائے کرام سے آپ سن چکے ہیں۔ حشر میں انبیاء کرام اس بات کے مدعی ہوں گے الٰہ العالمین ہم نے تیرے پیغام کو تیرے بندوں تک پہنچایا اور کفار انکار کریں گے کہ نہیں پہنچایا۔ حضرات انبیاء کرام اپنی دلیل میں گواہ بنا رہے ہیں اُمتِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو۔ جب کفار کے خلاف اور انبیاء کے حق میں اُمتِ رسول گواہی دے گی تو اس وقت کافروں کو یہ اعتراض ہوگا کہ یہ اُمت ہمارے زمانے

یہ نہیں تھی۔ ان کی بے دیکھی گواہی قابلِ قبول نہیں۔ تو امت اپنے رسول کی ذات کو پیش کریگی کہ ہم کو یہ بات ہمارے رسول نے بتائی۔ اب سرکارِ عربی کو گواہ بنایا جائے گا۔ سرکارِ عربی جب گواہ ہوں گے تو اپنی امت کی تصدیق فرمائیں گے۔ مگر سوچو! جن کافروں نے امتِ رسول کی گواہی کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ یہ ہمارے زمانے میں نہیں تھے۔ ان میں سے کسی میں یہ جرأت نہیں ہوگی کہ وہ یہ کہہ سکے کہ اے رسولِ عربی! آپ بھی تو ہمارے زمانے میں نہیں تھے۔ جب آپ بھی نہیں تھے تو آپ کی گواہی بھی سُنی ہوئی ہے، دیکھی ہوئی نہیں ہے۔ ہمیں دیکھا ہوا گواہ چاہیے۔ ہم سننے والے کی نہیں سننے کہنا چاہیے تھا نا دوستو! ابوجہل جیسا دشمن بھی کھڑا نہ ہوسکا۔ ابولہب جیسا گستاخ بھی کچھ نہ بول سکا خیر یہ تو رسول کے زمانے میں موجود تھے۔ ان سے پہلے آنیوالے فرعون و نمرود بھی نہ کھڑے ہوسکے قارون و ہامان بھی نہ کھڑا ہوسکا۔ کوئی تو کھڑا ہو کر کہتا۔ آپ کیسے گا نہیں۔ رسول کی شانِ رسالت سے وہ ڈر گئے۔ رسول کی شانِ نبوت سے وہ ڈر گئے ایسی بات مت کہو اگر وہ شانِ نبوت سے ڈرنیوالے ہوتے تو کیا حضرت کلیم کے ساتھ جلالتِ رسالت نہیں تھی؟ کیا حضرت مسیح کے ساتھ جلالتِ رسالت نہیں تھی؟ نہیں، وہاں تو انکار کا جذبہ تھا۔ انکار کر سکتے تھے، مگر سارے اہلِ محشر خاموش رہ کر بتا رہے ہیں اور اپنے عمل سے ظاہر کر رہے ہیں کہ امت کی گواہی تو بے دیکھی تھی، مگر اس امت والے کی گواہی تو بے دیکھی نہیں تھی۔ یہ دیکھ کے گواہی دے رہے ہیں۔ مشاہدہ فرما کر گواہی دے رہے ہیں۔ ورنہ وہ وہاں مسترد کر سکتے تھے۔ آج دنیا انکار کا حوصلہ رکھے تو انکار کرے آج جس قدر تم انکار کر سکتے ہو آج سرکشی و تمرد کی جس راہ پر چلو چل سکتے ہو، مگر قیامت میں تمہیں بھی اعتراف کرنا پڑے گا کہ رسول کی گواہی دیکھی ہوئی ہے اور جب دیکھی ہوئی گواہی ہوتی ہے تو پھر کسی اور گواہ کا انتظار نہیں ہوتا۔

نورِ محمدی سب سے پہلی مخلوق

میں نے تفسیر روح البیان اٹھا کر دیکھی، تو اس میں لفظ شاہد کی ایک بہت پیاری تفسیر تھی۔ انہوں نے کہا ہے کہ لَمَّا كَانَ اَوَّلُ مَخْلُوْقٍ خَلَقَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى شَاهِدَ بِوَحْدَانِيَّةِ الْحَقِّ وَشَاهَدَ بِمَا اَخْرَجَ مِنَ الْعَدَمِ اِلَى الْوُجُوْدِ۔

چونکہ نورِ محمدی سب سے پہلی مخلوق ہے۔ اس نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا مشاہدہ فرمایا۔ یہ نہیں کہا کہ اللہ کا مشاہدہ فرمایا، بلکہ یہ کہا کہ اللہ کی وحدانیت کا مشاہدہ فرمایا۔ دیکھئے ایک ہے واحد کا دیکھنا اور ایک ہے وحدانیت کا دیکھنا۔ ایک ہے احد کا دیکھنا اور ایک ہے احدیت کا دیکھنا بات بہت باریک ہے، مگر عرض کر کے آگے بڑھوں۔ اگر آپ مجھ سے یہ پوچھیں کہ یہاں سب سے پہلے کون آیا؟ کیا میں بتا سکوں گا؟ اس لئے کہ میں خود ہی پیچھے آیا تو میں کیا بتا سکوں گا کہ سب سے پہلے کون آیا! اور اگر میں بتاؤں گا بھی تو یہ ظن و تخمین کی بات ہوگی۔ علم کی بات ہوگی مگر مشاہدے کی بات نہیں ہوگی۔ اور اگر میں سب سے پہلے یہاں موجود ہوتا اور پھر آنے والا ایک ایک کر کے آتا۔ اور آپ مجھ سے پوچھتے کہ پہلے کون آیا، تو میں یہ فیصلہ کرتا، وہ مشاہدے کا فیصلہ ہوتا۔

تو دیکھو یہ نوعِ انسان مخلوقات میں سب سے آخری نوع ہے، سب سے آخری مخلوق ہے انسان کو پیدا کرنے سے پہلے زمین کا فرش بچھایا جا چکا تھا۔ آسمان کا شامیانہ لگایا جا چکا تھا چاند وسورج کے چراغ جلائے جا چکے تھے ستاروں کی قندیلیں روشن کی جا چکی تھیں عرش و فرش سب موجود ساری چیزیں موجود۔ اب نوعِ انسانی کی تخلیق ہوئی۔ اب اگر کسی انسان سے پوچھو کہ سورج پہلے تھا کہ چاند پہلے، زمین پہلے کہ آسمان پہلے، یہ پہلے کہ وہ پہلے۔ تو اب جو اس کا فیصلہ ہوگا، وہ علم کا فیصلہ ہوگا۔ مشاہدے کا فیصلہ نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ یہ خود سب کے آخر میں آیا اور میرے رسول کو جب پیدا کرنے والے نے پیدا فرمانا چاہا تو نورِ محمدی کو سب سے پہلے تخلیق فرمایا۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ۔ سب سے پہلی مخلوق میرا نور اور جب سب سے پہلی مخلوق نورِ محمدی ہوا ایسا کہ نہ آسمان تھا نہ زمین، نہ چاند نہ سورج نہ زمانہ نہ زمانے کی حرکات، نہ زمانہ نہ زمانیات، نہ مادہ نہ مادیات۔ نہ مکان نہ مکانیات۔ تو اب وہ نور کیا دیکھتا ہے؟ وہ یہ دیکھ رہا ہے کہ واحد ہے اور اس کی واحدانیت احد ہے اور اس کی احدیت یاد رہے کہ جنت میں خدا تعالیٰ کے فضل سے لوگ، واحد کو ضرور دیکھیں گے احد کو ضرور دیکھیں گے، مگر واحدانیت کو تو صرف میرے رسول نے دیکھا ہے اور احدیت کو تو صرف میرے نبی نے دیکھا ہے۔ تو میرا رسول جو یہ کہہ رہا ہے، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا۔ تو یہ دیکھے ہوئے کا فیصلہ ہے سنے ہوئے کا فیصلہ نہیں ہے ہم دیکھ چکے ہیں نہیں ہے کوئی الوہیت والا۔ نہیں کوئی الہٰیت والا۔ بتاؤ جی دیکھا ہوا گواہ اگر آ جائے تو پھر کیا اس کے بعد گواہ کی ضرورت ہے۔

مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ آپ مفتی صاحب کے پاس آئے اور کہا مفتی صاحب چاند نکل آیا چاند نکل آیا۔ تم نے دیکھا۔ میں نے نہیں دیکھا ہے۔ مفتی صاحب فلاں سے سُنا ہے۔ اچھا بلاؤ اس کو جس سے سُنا ہے وہ بھی آیا کیوں جی چاند نکل آیا؟ تم نے دیکھا؟ نہیں میں نے نہیں دیکھا، فلاں سے سُنا ہے، مفتی صاحب کاغذ لئے بیٹھے ہیں، مگر قلم نہیں چل رہا ہے ایک پہ ایک آ رہا ہے فلاں سے سُنا ہے۔ فلاں سے سُنا ہے اور اس کے بعد ایک آ گیا۔ جیسی گواہی کی ضرورت تھی مل گئی۔ دو شاہد عدل آ گئے انہوں نے کہا مفتی صاحب ہم نے دیکھا۔ تم نے دیکھا؟ ہاں ہم نے دیکھا۔ اب مفتی صاحب کچھ نہیں پوچھ رہے ہیں اور کسی کا انتظار نہیں کر رہے ہیں قلم صفحات قرطاس پر چل پڑا۔ کاغذ پر انہوں نے فتویٰ لکھنا شروع کر دیا۔ شہادت شرعی ان کو مل گئی۔ حکم شریعت کو ظاہر کرنے لگے۔ اب اگر اس دیکھنے والے کے بعد کوئی آئے اور کہے مفتی صاحب ہم نے بھی سُنا۔ مفتی صاحب یہی کہیں گے کہ بیوقوف جب تو نے سنا تھا تو تجھے پہلے ہی آ جانا چاہیے تھا۔ اب تو دیکھنے والا آ گیا ہے دیکھنے والے کے بعد کوئی سننے والے کی سنا نہیں کرتا۔ معلوم ہوا کہ تو اپنے سننے میں بھی صادق نہیں ہے سچا نہیں ہے، اگر تو واقعی سننے والوں میں ہوتا تو تجھے دیکھنے والے سے پہلے آنا چاہیے تھا بعد میں تیری ضرورت کیا رہ جاتی ہے معلوم ہوا کہ سننے والوں کی گواہی بھی مکمل ہوتی ہے تو دیکھنے والے کی گواہی پر اور اگر دیکھنے والے کا پتہ نہ چلے تو گواہی تکمیل کیلئے ایک دیکھنے والے کی منتظر ہوا کرتی ہے کہ کس نے دیکھا ہے؟ الغرض میرا رسول آ گیا۔ آخری نبی بنا کر بھیجا گیا۔ رب تبارک وتعالیٰ نے سب کچھ دکھا کے بھیجا۔ اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ اب دیکھنے والا آ چکا ہے اور جب دیکھنے والا آ چکا ہے تو سننے والوں کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ اب میرے نبی کے بعد اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کوئی بیوقوف احمق انسان اگر یہ کہے کہ میں نبی ہوں، یا بالکل ایسے ہی ہے جیسے ڈالڈا یہ کہے کہ میں دیسی گھی ہوں

امتِ محمدیہ کو امتِ وسط کیوں کہا گیا

دیکھو بات دوسری طرف چلی گئی ہیں یہ کہہ رہا تھا کہ جب رسول کی گواہی پر بات ختم ہونے والی تھی۔ تو ڈائرکٹ انبیاء نے رسول کو گواہ کیوں نہیں بنایا بات تو وہیں ختم ہوتی ہے تو یہ کیا ہے کہ امت کو گواہ بنائیں اور امت نبی کو گواہ بنائے۔ اس قدر گھوم کر اس ایک بات کو ثابت کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ بات یہ ہے کہ گواہ جس کا گواہ ہوتا ہے' اس کا محبوب ہوتا ہے۔ بڑی دلجوئی گواہ کی کی جاتی ہے یہ تو آپ کا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کون ہے جو گواہ کی دلجوئی نہ کرتا ہو۔ اگر آپ کو بھی اپنے گواہ کو عدالت میں لے جانا ہو تو راستے میں خوب کھلاتے پلاتے لے جائیں گے۔ بڑے آرام سے لے جائیں گے۔ بہت ہی عزت کے ساتھ لے جائیں گے خوب تواضع کر کے لے جائیں گے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ دنیا والوں کا نقشہ ہی عجیب ہے کہ جب بے چارہ گواہ گواہی دے لیتا ہے تو پھر اس کے پلٹنے کا خیال نہیں ہوتا۔ اب چاہے پیدل ہی جائے کوئی حرج نہیں، مگر جب تک گواہی نہیں دیتا اس کی خدمت بہت اہمیت رکھتی ہے خیر یہ تو آپ کی عادت ہے اور یہ آپ کی بات ہے، مگر وہاں امتِ رسول کو انبیاء کا گواہ بنا کر شاہی گواہ بنا دیا گیا ہے اور جب وہ شاہی گواہ ہے تو وہ محبوب الانبیاء ہوئے۔ انبیاء کے منظورِ نظر ہوئے اور اس کے بعد انبیاء کے ماننے والوں کے بھی محبوب ہوئے آج ہمیں اس ارشادِ ربانی کی ایک توجیہ مل گئی جس میں امتِ محمدیہ کو امتِ وسط یعنی بیچ کی امت فرمایا گیا ہے۔ علماء کرام اس کے بہت سارے معانی بیان کرتے ہیں، مگر قیامت کے میدان میں بیچ کی امت کا ایک نیا معنی سمجھ میں آ گیا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ امتِ محمدیہ آخر کی امت ہے اس لئے کہ یہ آخری نبی کی امت ہے۔ یہ بیچ کی امت اس وقت کہی جائے گی، جب اس کے بعد بھی کوئی امت ہو تو جب یہ آخری امت ہے تو اسے امتِ وسط یعنی بیچ کی امت کیوں کہا گیا؟ اس سوال کا جواب ظاہر ہو گیا میدانِ قیامت میں۔ میدانِ قیامت کا منظر دیکھو۔ انبیاء گواہ بنا رہے ہیں امتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ تم نے دیکھا ہوگا اس ترازو کو جس کے بیچ میں کانٹا ہوتا ہے۔ معلوم نہیں کہ اس علاقے میں وہ ترازو ہے کہ نہیں، اس لئے کہ اس کو

اوپر سے پکڑتے ہیں۔ بیچ میں ایک کانٹا ہوتا ہے ادھر ادھر اس کے پلڑے ہوتے ہیں اور کانٹے پر سب کی نظر ہوتی ہے جدھر وہ کانٹا جھک جاتا ہے، وہی وزن دار کہا جاتا ہے کہا جاتا ہے اسی کی جیت ہے۔ اسی کا غلبہ ہے۔ تو نظر کانٹے ہی پر ہوتی ہے جو خریدتا ہے، اس کی بھی نظر کانٹے پر جو بیچ رہا ہے اس کی نظر بھی کانٹے پر۔ پلڑے کو کوئی نہیں دیکھ رہا ہے۔ دیکھ یہ رہا ہے کہ یہ کانٹا کدھر جھک رہا ہے یہ کانٹا جدھر جھک جائے گا، ادھر کا پلڑا وزنی ہوگا۔ واقعی گواہ کی پوزیشن کچھ ایسی ہی ہوا کرتی ہے جیسے بیچ کا کانٹا ہے، مگر یہ سمجھ لینا کہ یہ کانٹا خود بھی نہیں جھکا کرتا۔ جھکانے والا وہ ہے جو پلڑے کے اندر موجود ہے۔ یعنی یہ تو انبیاء کرام خود ہی ہم کو جھکا لیتے ہیں، ہم خود نہیں جھکتے، یہ جدھر چاہیں جھکا لیتے ہیں اور ہم جھک کر بتا رہے ہیں کہ ہماری جبینِ عقیدت اگر جھکے گی، تو وہ انبیاء اور اولیاء ہی کی طرف جھکے گی ادھر ادھر نہیں جھک سکتی۔

اب آؤ دیکھو اہلِ محشر کا مرکزِ نگاہ اسی بیچ کے کانٹے یعنی امتِ رسول پر ہے سارے انبیاء کی نظر امتِ رسول پر ہے۔ رحمتِ خدا کی نظر امتِ رسول پر ہے سردارِ انبیاء کی نظر اپنی امت پر ہے۔ گویا سارے اہلِ محشر کا مرکزِ نگاہ بنا دیا گیا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کو دیکھا آپ نے حقیقت واضح ہوگئی۔ اس فرمان کی کہ اے محبوب! اللہ تعالیٰ نہ تمہیں رسوا فرمائیگا، نہ تمہارے چاہنے والوں اور محبت کرنے والوں کو رسوا فرمائے گا۔ امتِ رسول کو یہ شرف کیسے ملا۔ کیا خاص بات ہے تمہارے اندر؟ کون سی ایسی بات ہے؟ تو سوائے اس کے تم کیا کہو گے کہ ہم آخرالانبیاء کی اُمت ہیں۔ ہم افضل المرسلین کی امت ہیں تو فضیلت ادھر سے آئی ہے ورنہ ہمارے اندر کون سی خوبی کی بات ہے؟ اگر وہ نظر ہٹا لیں تو ہمارے پاس کیا رہ جاتا ہے، یہ ان کی نظرِ کرم ہے یہ ان کا فضل ہے یہ ان کا فیضان ہے يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ۔

الغرض وہ حضرت خلیل ہیں جو دعا کر رہے ہیں اور یہ حبیب ہیں جنہیں مژدہ سنایا جا رہا ہے ؎

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں

خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

سیدنا خلیل کا پیارا انداز

اب آؤ اور حضرت خلیل علیہ السلام کا ایک دوسرا پیارا انداز دیکھو۔ حضرت خلیل السلام کہتے ہیں۔

اِنِّیْ ذَاھِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ ۔ میں جانے والا ہوں اپنے رب کے حضور اِنِّیْ ذَاھِبٌ ۔ میں جانے والا ہوں اپنے رب کے حضور۔ ذرا غور تو کرو حضرت خلیل کہتے ہیں میں جانیوالا ہوں مگر حبیب کیلئے کہا جارہا ہے۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی ۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ حبیب نہیں ہے جانے والا، بلکہ میں خود لے جانے والا ہوں۔ پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اپنے بندے کو راتوں رات۔ حضرت خلیل کہہ رہے ہیں۔ میں جارہا ہوں اور ربِ جلیل کہہ رہا ہے کہ میں اپنے بندے کو لے جارہا ہوں ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ اگر میں کہوں کہ میں جارہا ہوں تو آپ کی نظر مجھ پر پڑے گی کہ میں کتنا جاسکوں گا۔ میرے بازو میں قوت کتنی ہے؟ میرے پیروں میں توانائی کتنی ہے؟ میں جارہا ہوں تو مجھ پر اور میری قوت پر آپ کی نظر ہے۔ مگر اگر میں یہ کہوں کہ میں نہیں جارہا ہوں، مولانا سلیم صاحب مجھے لے جارہے ہیں اب آپ کی نظر مجھ سے ہٹ جائے گی اب لے جانے والے کو دیکھیں گے یہ کتنا لے جاسکتے ہیں، یہ کہاں تک پہنچا سکتے ہیں اب تو جانے والے کو نہیں دیکھنا ہے بلکہ لے جانے والے کو دیکھنا ہے۔ تو دیکھو حضرت خلیل کہیں گے کہ میں جارہا ہوں تو نظر حضرت خلیل پر جمے گی کہ حضرت خلیل کہاں تک جاسکتے ہیں اور جب رب جلیل کہے گا کہ میں لے جارہا ہوں تو نظر قدرت خداوندی پر جمے گی کہ ربِ جلیل کہاں تک لے جاسکتا ہے اب تم فیصلہ کرو کہ میرا خدا کہاں تک لے جاسکتا ہے؟ سُبْحَانَ الَّذِیْ حبیب کو مت دیکھنا، جانے کو مت دیکھو، لے جانے والے کو دیکھو۔ کہاں تک قدرت لے جاسکتی ہے سمجھ سکتے ہو؟ تو جب قدرت کی انتہا نہیں معلوم، تو رسول کے مقامِ رفعت کی انتہا کیا معلوم ہوسکتی ہے کہ کہاں تک گیا جانے والا؟

کیا عبدیت رسالت سے افضل ہے؟

میں تمہیں ایک علمی بات کی طرف لے جاتا ہوں۔ ارشاد پاک ہے، وہ ذات جو

ـے نے اپنے بندے ـ وَدُعَا) بلایا تو کہا تو بندے کو لے گیا۔ اس لفظ بندے پر لوگوں کا بڑا دھوکا ہو گیا سوچنے لگے کہ رسول کو بھی بندہ کہا اور ہم بھی بندے ہیں، لہٰذا ہم نفسِ عبدیت میں رسولِ کریم جیسے ہو گئے۔ اس باطل خیال کو دور کرنے کیلئے آؤ اور سمجھو کہ رسولِ کریم کی شانِ عبدیت کیا ہے۔ بڑے اطمینان سے آپ سماعت فرمائیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ لے گیا اپنے بندے کو اور وہاں پر جب دیا تو کہہ کے دیا فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى اپنے بندے کو دیا جو دیا۔ الغرض اپنے بندے کو لے گیا، اپنے بندے کو دیا۔ یہ سب اس وقت ارشاد ہوتا ہے جب رسول کو اُوپر بُلاتا ہے، مگر اسی بندہ کو جب بھیجتا ہے تو کیا کہتا ہے۔ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ۔ اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو بھیجا تو بھیجتا ہے تو رسول کہہ کے بھیجتا ہے اور بلاتا ہے تو بندہ کہہ کے بلاتا ہے فرق کو محسوس کیجئے بھیج رہا ہے تو رسول کہہ کر بھیج رہا ہے اور بلا رہا ہے تو بندہ کہہ کر بلا رہا ہے۔

اب مجھے کہنے دو، یہاں ذمہ دار علمائے کرام بیٹھے ہوئے ہیں اور میں پوری ذمہ داری کے ساتھ عرض کر رہا ہوں۔ بات ہے صوفیاء کی، بات ہے عارفین کی، اس لیے اس کو میں کہہ کر تھوڑی دیر آپ کی خاص توجہ چاہوں گا تاکہ میں اس کو آپ کے ذہن میں اتار سکوں۔ فرماتے ہیں۔

اَلْعُبُوْدِيَّةُ اَفْضَلُ مِنَ الرِّسَالَةِ۔ عبدیت رسالت سے افضل ہے۔ مگر یاد رکھنا یہاں ہماری تمہاری عبدیت کا ذکر نہیں ہو رہا ہے، بلکہ رسول کی عبدیت کا ذکر ہو رہا ہے اس کو یوں سمجھو کہ جو رسول ہے، وہ عبد بھی ہے اور رسول بھی۔ الغرض رسول میں عبدیت بھی ہے اور رسالت بھی ہے، مگر رسول کی عبدیت خود ان کی صفت رسالت سے افضل ہے۔ یاد رکھنا ہماری تمہاری عبدیت کا سوال نہیں ہے، بلکہ بات یہ ہے کہ خود رسول کی صفت عبدیت اسی رسول کی صفتِ رسالت پر افضل ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ عبد ہوتا ہے معبود کا۔ رسول ہوتا ہے مخلوق کا۔ عبدیت چاہتی ہے ادھر جانا رسالت چاہتی ہے ادھر آنا۔

عبدیت چاہتی ہے وصال، رسالت چاہتی ہے فراق۔ عبدیت چاہتی ہے کہ وہ مقام قرب ملے۔ رسالت چاہتی ہے کہ کٹے کی گلی ملے۔ رسالت زمین پر اترنا چاہتی ہے اور عبدیت مقام

دنیٰ فتدلیٰ پر پہنچنا چاہتی ہے اسی لئے میرا خدا جب بلاتا ہے تو کہتا ہے کہ بندے کو لے گیا اور جب بھیجتا ہے تو کہتا ہے کہ رسول کو بھیجا۔ معلوم یہ ہوا کہ رسول کی صفت عبدیت کا جو مقام ہے وہ اور ہے وہ رسول کی صفت رسالت سے افضل ہے۔ بتاؤ جی مجھے انصاف سے بتاؤ کیا کوئی اپنی ذات و صفات اور تمام کمالات کے شمولیت کے ساتھ رسول کی صفتِ رسالت کے برابر نہیں ہوسکتا، تو رسول کی اس عبدیت کے برابر کیا ہوگا جو اس رسالت سے افضل ہے تو صرف لفظوں کے اشتراک سے دھوکہ مت کھاؤ کہ تم اپنے کو بھی بندہ کہہ رہے ہو اور رسول نے بھی اپنے کو بندہ کہا۔ بلکہ یہ سمجھنے کی کوشش کرو کہ رسول کی عبدیت کی حقیقت اور ہے اور تمہاری عبدیت کی حقیقت اور ہے۔ رسول کی بشریت کی حقیقت اور ہے تمہاری بشریت کی حقیقت اور ہے۔ تمہاری حقیقت میں بشریت داخل ہے مگر رسول کا صرف لباس بشری ہے۔

اسی لئے علماء نے صاف صاف لفظوں میں کہہ دیا۔ اِنَّ البَشَرِیَّۃَ فِیْ نَبِیِّہٖ اِضَافِیَۃٌ وَعَرَضِیَّۃٌ لَاحَقِیْقِیَّۃٌ۔ بشریت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اندر اضافی ہے اور عارضی ہے حقیقی نہیں ہے۔ رسول کی تو بشریت کی شان کیا ہے؟ ہم سے مت پوچھو سیدنا جبرائیل علیہ السلام سے پوچھو کہ حضور آپ تو ملکوتی صفات والے ہیں؟ ذرا کچھ رسول کے بشری حالات تو بتائیں تو کہیں گے نہیں سنا۔ ہم تو ٹھہر گئے تھے سدرہ ہی پر۔ تم نے غور نہیں کیا کہ ملکوتی صفات والا ٹھہر گیا اور بشری صفات والا آگے پہنچ گیا، تو ہماری ملکوتیت ان کی بشریت کا جواب نہیں ہے۔

دیکھ لیا آپ نے حضرت خلیل علیہ السلام کہتے ہیں۔ اِنِّی ذَاہِبٌ میں جانے والا ہوں اور خدا کہہ رہا ہے کہ نہیں محبوب نہیں جا رہے ہیں، ہیں لے جانے والا ہوں اور یہاں پر تو ہم کو ایک جلنے والا اور یاد آگیا۔ حضرت کلیم علیہ السلام، یہ بھی گئے تھے طور پر۔ بڑا فضل ان پر اللہ تعالیٰ کا ہوا۔ بڑی رحمتیں ان پر برسیں، مگر خود گئے تھے طور پر اور اسی لیے ہم نے دیکھا کہ جلوے کی کتنی تڑپ ہے، کتنی طلب ہے مگر جلوے ہیں کہ لن ترانیاں سنا رہے ہیں۔ آپ نے

غور کیا کہ جانے والا جب خود جاتا ہے، تو جلوے کی طلب کیا کرتا ہے اور جب کسی کو بلایا جاتا ہے تو گویا خود جلوے اسے طلب کرتے ہیں۔ اس منظر کو دیکھ کر مجھے کلیم اور حبیب میں یہی فرق محسوس ہوا کہ کلیم وہ ہے جو کہے اے خدا دکھا دے اپنا جلوہ اور حبیب وہ ہے کہ خدا خود کہے کہ اے محبوب! آ دیکھ جا۔

بُلانے کا اہتمام

اس سلسلے میں ایک بات اور بھی عرض کروں۔ یاد رکھو، خود کا جانا اور ہے اور کسی کا بلانا اور ہے اور اگر میں خود سے یہاں آتا، تو کیا کوئی میرے لیے سواری کا اہتمام کرتا۔ ہرگز نہیں، بلکہ دریا سے سفر کرنا پڑتا اور جگہ جگہ بسوں کو بدلنا پڑتا اور ہوتے ہوتے آپ کے شہر ڈیوزبری آتا۔ نہ جانے کتنے لوگوں سے پوچھتے ہوئے آدم بھائی کے مکان پر جاتا اور ممکن تھا کہ مکان پر تالا لگا ہوا پاتا۔ اس کے بعد اگر دروازہ کھٹکھٹاتا اور اندر سے آواز آتی اور پھر دروازہ کھلتا تو یہ دیکھتا کہ ساری چیزیں بے ترتیبی سے پڑی ہوئی ہیں اور کوئی انتظام نہیں ہے اسکے بعد یہ بھی پریشان ہوتے کہ آئے بھی تو ٹھیک بارہ بجے آئے اب بہت مشکل ہے کہ جلدی جلدی بڑا انتظام کرنا پڑے گا مگر یقین جانو دوستو کہ جب میں یہاں خود سے نہیں آیا، بلکہ لایا گیا ہے، تو اہتمام کا عالم یہ ہے کہ جہاں میں تھا، وہیں سواری پہنچ گئی تھی۔ ایک آدمی منتظر رہا۔ نیلسن کے اجلاس کو خطاب کر کے جب میں اسٹیج سے اتر کر ہال کے باہر آیا تو گاڑی لگی ہوئی ملی اور بڑے اطمینان سے سفر کرتا ہوا جب میں اپنی منزل پر پہنچا تو دیکھا کہ یہاں پر سب تیار ہیں، سارے بستر لگے ہوئے ہیں۔ سارا انتظام ہے۔ وہیں سے سمجھ میں آیا کہ اپنا جانا اور ہے کسی کا بلانا اور ہے۔ جب کوئی بلائے گا تو سواری بھی بھیجے گا۔ حضرت کلیم خود سے گئے تھے نا تو سواری کی کیا ضرورت تھی مگر حبیب کو جب بلانا ہے تو اسے جبرائیل جاؤ براق لے کر جاؤ۔ حضرت میکائیل بھی ہیں، ساتھ ستر ہزار ملائکہ ہیں۔ بڑے اہتمام سے یہ معاملہ ہو رہا ہے اور بلانے والا بلا رہا ہے اور بڑے اہتمام سے بلا رہا ہے۔ ادھر بھی بیت المقدس میں استقبال کرنیوالوں کو پہلے ہی بھیج دیا گیا ہے انبیاء کرام وہاں موجود ہیں۔ اس لئے کہ یہ خود سے نہیں جا رہے ہیں، بلایا جا رہا ہے، اور اس کے

بعد جب یہاں سے اوپر اٹھایا گیا، تو وہاں پر بھی انتظام تیار ہے سب معاملہ تیار ہے دروازے پر ملائکہ لگے ہوئے ہیں۔ استقبال کرنے والے کھڑے ہوئے ہیں۔

جب حضرت جبرئیل نے ساتھ چھوڑ دیا

اور یہاں سے وہاں تک حضرت جبرئیل بھی ساتھ ہیں اور سدرہ پر انہوں نے بھی کہا بس اب آگے میں نہیں جاسکتا۔ یہ تو عجیب بات ہے کہ کوئی ہم کو لنکاسٹر سے لے چلے اور کہے کہ لندن لے جارہے ہیں، مگر لے جاکر کہیں بیچ میں چھوڑ دے کہ اب آپ آگے جائیے ہم نہیں جاتے اور حال یہ ہے کہ ہم کو راستہ نہیں معلوم تو اگر بیچ میں چھوڑ دیگا تو ہم کہیں گے کہ تم کو جب یہیں چھوڑنا تھا تو لنکاسٹر سے لے کر کیوں چلے؟ لہٰذا بہتر یہی تھا کہ تم وہیں چھوڑ دیتے یہ کوئی ساتھ ہے! یہ کوئی رفاقت ہے۔ ایسی جگہ چھوڑ دیا۔ رات کا وقت ہے اور اندھیرا ہے۔ راستہ جانا پہچانا نہیں ہے۔ ایسے وقت میں ایسی جگہ چھوڑ دیا۔ یہ کیسی بات ہے؟ مگر دوستو نہیں! رسول یہ بات نہیں کہہ رہے ہیں کہ اے جبرائیل تم یہیں سدرہ پر کیوں چھوڑ رہے ہو؟ ادھر کا راستہ میرا دیکھا بھالا نہیں ہے۔ جانا بوجھا نہیں ہے جب یہاں ہی چھوڑنا تھا، تو مکہ ہی میں کیوں نہیں چھوڑ دیا اگر بیت المقدس ہی میں چھوڑ دیا ہوتا، تو کسی نہ کسی طور پر میں مکے پہنچ جاتا۔ یہ کیا ہے کہ یہاں آکے چھوڑ دیا؟

واقعی دوستو! اگر رسولِ کریم بھی ایسے ہی ہوتے کہ ان کا راستہ دیکھا بھالا نہ ہوتا تو یقیناً وہ یہی کہتے۔ مگر نہیں رسول کہہ رہے ہیں کہ اے جبرائیل تم جو ہمارے ساتھ آئے ہو، اس میں ہماری کوئی غرض نہیں ہے۔ اسمیں تمہاری ہی کوئی غرض ہوسکتی ہے۔ یہ رسالتمآب کی زبانِ حال کی بولی ہے سرکار گویا زبانِ حال سے کہہ رہے ہیں۔ ٹھہر جا اے ٹھہرنے والے میرا قدم رکنے والا نہیں ہے اور جہاں میں جا رہا ہوں یہ تو میرا دیکھا بھالا راستہ ہے جب وہیں سے آیا ہوں تو میرا وہاں جانا کیا مشکل ہے غیب کی کوئی ایسی گلی نہیں ہے جو مجھ سے چھپی ہوئی ہو۔ اگر خدا تعالیٰ کو غیب کی کوئی گلی، غیب کی کوئی محفل، غیب کا کوئی گوشہ، غیب کا کوئی ذرہ، غیب کا کوئی قطرہ مجھ سے چھپانا ہوتا تو اپنے آپ کو مجھ پر کیوں ظاہر کرتا۔

حضرت ابراہیم کی میزبانی

حضرت خلیل علیہ السلام ہی سے متعلق ایک واقعہ قرآن کریم میں ہے هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ۔ اے رسول! کیا آپ کو ابراہیم کے برگزیدہ مہمانوں کی بات پہنچی؟ قصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بارگاہ میں رب تبارک و تعالیٰ نے فرشتوں کو مہمان بنا کر بھیجا۔ ایک بات بتاؤں مہمان چاہے مفضول ہو چاہے مرتبہ میں کم ہو، مگر میزبان اس کی دلجوئی کرتا ہے، اس کی خاطر مدارت کرتا ہے۔ مہمان جب پہنچ گیا تو میزبان یہ نہیں دیکھتا کہ یہ مرتبے میں چھوٹا ہے۔ اپنے بزرگوں کی بارگاہ میں جب میں مہمان بن کر گیا تو انہوں نے ایسی خدمت کی، ایسی نوازش کی کہ مسلسل دل جوئی کرتے رہے اور خاطر مدارات کرتے رہے تو یہ ان کی فضیلت کے منافی چیز نہیں ہے۔ تو ملائکہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بارگاہ میں مہمان بنا کے بھیجا گیا۔ تو جب مہمان بنایا تو حضرت خلیل ان کی خاطر مدارات تو کریں گے ہی۔ دلجوئی ہی تو کریں گے۔ وہ مہمان نوازی ہی تو کریں گے۔ تو حضرت ابراہیم کے یہاں مہمان بنا کے بھیجا گیا اور میرے رسول کی بارگاہ میں۔ وَيُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلَافٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ۔ ذرا سا غور تو کرو کہ پانچ ہزار نشان والے فرشتوں کو بارگاہِ رسالت میں مہمان بنا کے نہیں بھیجا گیا؟ سپاہی بنا کے نہیں بھیجا گیا؟ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ۔ ایسے ہی فرمایا گیا وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا۔ میرے رسول کی تائید کی گئی ایک ایسے لشکر سے جسے تم نہیں دیکھ سکتے۔ تو فرشتوں کو رسول کی بارگاہ میں لشکری سپاہ بنا کر بھیجا گیا اور سوچو! سپاہی محکوم ہوتا ہے سپہ سالار حاکم ہوا کرتا ہے تو رسول کے پاس بھیجا تو محکوم بنا کے بھیجا۔ حضرت ابراہیم کے پاس بھیجا تو مہمان بنا کے بھیجا۔

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

حبیب کی رضا

سیدنا کلیم کی شانِ جلالت کو کون نہیں جانتا؟ یہی حضرت سیدنا کلیم علیہ السلام بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتے ہیں عَجِلْتُ اِلَیْکَ رَبِّ لِتَرْضٰی۔ اے رب تعالیٰ! ہم تیری بارگاہ میں بعجلت حاضر ہوئے ہیں ہم نے آنے میں سرعت کی ہے۔ تیری بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے ہیں۔ لِتَرْضٰی اے رب تاکہ تو راضی ہو جائے۔ عَجِلْتُ اِلَیْکَ رَبِّ لِتَرْضٰی۔ اے رب ہم تیری بارگاہ میں اس لئے آئے ہیں تاکہ تو راضی ہو جائے اور اپنے حبیب کے لئے رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی۔ اے محبوب ہم تجھے اتنا دیں گے کہ تو راضی ہو جائے۔ فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبْلَۃً تَرْضٰھَا۔ عنقریب ہم تجھے اس قبلے کی طرف پھیر دیں گے جس سے تو راضی ہو جائے۔ تو حضرت کلیم کہہ رہے ہیں اے رب تو راضی ہو جا اور رب کہہ رہا ہے: اے حبیب! تو راضی ہو جا ؂

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اُڑتا ہے پھریرا تیرا

سنو! میں اپنا عقیدہ بھی بیان کرتا چلوں۔ رب کے اوپر واجب نہیں کہ وہ کسی کی رضا چاہے۔ فرض نہیں، لازم نہیں۔ مگر اپنے کرم سے، اپنی عنایت سے، اپنے فضل سے اپنی بخشش سے، اپنی رحمت سے، اگر وہ کسی کی رضا چاہے تو کسی کے سینے پر سانپ بھی تو نہیں لوٹنا چاہیے۔

وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی۔ میں تمہیں خوشخبری سنا رہا ہوں کہ جب رب تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ عنقریب تجھے اتنا دیا جائے گا کہ تو راضی ہو جائے گا تو میرے رسول نے کہا تھا کہ اب میں اس وقت تک راضی نہیں ہو سکتا، جب تک میرا ایک بھی چاہنے والا جہنم میں ہوگا ؂

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

یہی حضرت کلیم جلیل ہیں۔ ان پر بھی وحی نازل فرمائی گئی تو ان سے کیا کیا ارشاد فرمایا گیا؟ قرآن نے سب بیان کر دیا کہ ہم نے کیا کیا نازل کیا۔ اَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوحٰى اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ۔ الغرض حضرت کلیم کو جو دیا، وہ سب پر ظاہر کر دیا، مگر حبیب حبیب کو دینے کا وقت آیا تو فرمایا، فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى جس کا حاصل یہ ہے کہ اے محبوب یہ سننے والے کیا سنیں گے اور یہ راز کی بات کیا سمجھیں گے؟ یہ اس لائق ہی نہیں ہیں کہ جو دیا ہے ان کو بتا دیا جائے ۔

فرش والے تیری شوکت کا عُلو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

حضرت داؤد کو حکم

سیدنا داؤد علیہ السلام سے کون واقف نہیں ہے؟ کیسے جلیل القدر نبی تھے۔ اچھی طرح یاد کرنا کہ نبی معصوم ہوتا ہے۔ نبی کے ساتھ ہر وقت تائید الہٰی سایہ گستر رہتی ہے اور نبی کبھی اپنی خواہش نفسانی سے کچھ نہیں کرتا۔ اس کے باوجود سیدنا داؤد علیہ السلام سے کہا گیا۔ لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ اے داؤد اپنی خواہش کی پیروی نہ کرنا کہ وہ تمہیں اللہ کے راستے سے ہٹا دے۔ اپنی خواہش کی پیروی حضرت داؤد علیہ السلام کریں یہ ناممکن۔ نبی ہیں معصوم ہیں بتانا ہے ان کے ماننے والوں کو اور مخاطب کیا گیا ہے نبی کو اے نبی اپنی اپنی خواہش کی پیروی نہ کرنا رب تبارک وتعالیٰ امت کو بتا رہا ہے اور نبی کو مخاطب فرما رہا ہے، مگر مخاطب تو نبی سے ہے: لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى اپنی خواہش کی پیروی نہ کرنا۔ جس رب نے حضرت داؤد سے یہ کہا، وہی رب کہہ رہا ہے مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى ۝ میرا محبوب اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتا۔ یعنی اپنی خواہش نفسانی سے کچھ کرنا تو بڑی بات ہے میرا نبی تو اپنی خواہش سے کچھ بولتا بھی نہیں، وہ وہی کہتا ہے جو وحی الہٰی ہوتی ہے تو جس خدا نے حضرت داؤد سے کہا کہ خواہش کی پیروی نہ کرنا۔ وہی خدا حبیب کیلئے کہہ رہا ہے کہ یہ خواہش کی پیروی کیا کریں گے یہ تو اپنی

خواہش سے کچھ بولتے بھی نہیں۔ الغرض وہاں حکم دیا جا رہا ہے ایسا مت کرو اور یہاں وکالت کی جا رہی ہے کہ حبیب ایسا نہیں کرتا۔

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

انبیاءِ کرام کی دعائیں

حضرت نوح اور حضرت خلیل علیہما السلام دونوں سے مختلف مقامات پر یہ دعا منقول ہے۔

اے رب جو ہمارے خاص ہیں اور ہمارے قریب ہیں نیز انکی اور ہمارے والدین اور مومنین کی مغفرت فرما۔	رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ؕ

دعا فرما رہے ہیں: اے رب تو مغفرت فرما۔ یہ دعا حضرت خلیل سے بھی منقول ہے اور حضرت نوح سے بھی۔ یہ حضرات خود دعا فرما رہے ہیں اے رب معاف فرما دے۔ مغفرت فرما دے۔

دوستو سوچنے کی بات ہے کہ حضرت خلیل خود بڑھ کر سوال کر رہے ہیں اے رب معاف فرما دے مغفرت فرما دے۔ حضرت کلیم بڑھ کر عرض کر رہے ہیں اے رب مغفرت فرما دے اور حبیب سے رب ارشاد فرما رہا ہے۔ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ۔ اے محبوب تم اپنے اور مومنین اور مومنات کیلئے دعائے مغفرت کرو۔ حضرت کلیم خود دعا کر رہے ہیں اور محبوب سے رب ارشاد فرما رہا ہے کہ اے محبوب تم دعا کرو۔ مجھے بتاؤ میرا رسول دعا کرے گا تو کس سے کرے گا! رب ہی سے تو کرے گا تو جس سے دعا کرنی ہے، وہی کہہ رہا ہے کہ اے محبوب! تم دعا کرو۔ یہ کیا بات ہے؟ معلوم یہ ہوا کہ رب تعالیٰ مغفرت دینا چاہتا ہے، مگر کہتا ہے کہ اے محبوب پہلے اپنے ہونٹ ہلا دو۔ پہلے تم دعا کرو ورنہ مغفرت نازل نہ کروں گا۔ اے محبوب! مغفرت تو مجھے نازل کرنی ہے۔ رحمت تو مجھے نازل کرنی ہے، مگر ہونٹ ہلا دو۔ کم سے کم مغفرت پانے والے اتنا تو سمجھ لیں کہ حصولِ مغفرت میں وہ تیرے لبوں کی حرکت کے محتاج ہیں۔

رسول کے ذنب کا مطلب

مگر یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ دیکھو رسول کے لئے کیا کہا گیا۔ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ

اے رسول اپنے ذنب کیلئے مغفرت چاہو۔ ذنب کے معنی جانتے ہو کیا کہتے ہیں؟ گناہ یہاں پر کچھ لوگ اسی تلاش میں ہیں کہ وہ کونسی آیت ہے جس میں رسول کی شان گھٹتی ہوئی نظر آئے، حالانکہ کسی آیت سے بھی رسول کی شان نہیں گھٹتی، مگر اپنے خیال میں اپنی سمجھ کے مطابق کہتے ہیں کہ رسول سے کہا گیا کہ اپنے گناہ کی معافی مانگو۔ اس سے پتہ چلا کہ رسول نے بھی گناہ کیا (نعوذ باللہ) میں پوچھتا ہوں اچھا آؤ اور شمار کراؤ کہ رسول نے کتنے گناہ کیے۔ اگر کوئی گناہ ثابت نہیں، تو کس گناہ کی معافی طلب کریں؟ سمجھ کی بات کرو۔ رسول کے مقام کو سمجھو۔ مقامِ نبوت کو سمجھو۔ یہ رسول کا ذنب ہے۔ لذنبك سے متعلق دو گوشہ میں آپ کے سامنے رکھوں گا۔ دیکھو یہ پیچھے چلنے والے جو ہوتے ہیں ان کو اتباع اور اذناب کہا جاتا ہے کہ یہ فلاں کے اتباع اور اذناب ہیں جس کو دُم چھلا بھی کہتے ہیں تو اے محبوب اپنے ذنب کیلئے تم دُعائے مغفرت کرو۔ اس سلسلے میں علماء کا ایک ارشاد ہے کہ یہاں ذنب سے مراد حضور اکرم صلی اللہ وسلم کے اتباع کرنے والے پیچھے چلنے والے ہیں۔ پھر سوال ہوگا کہ یہ مومنین بھی تو اتباع کرنے والے ہیں۔ رسول کے ماننے والے ہیں تو مومنین و مومنات کو الگ کیوں کر دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول پر ایمان لانے والے دو قسم کے ہیں ایک وہ ہیں جو نیکوکار ہیں اور ایک وہ ہیں جو گنہ گار ہیں اور رسول دونوں کی شفاعت کرنے والے ہیں۔ دونوں کی مغفرت حضور کی شفاعت سے ہوگی تو جو نیکوکار ہیں ان کو علیحدہ کردیا اور جو گنہ گار ہیں ان کو رسول کی کالی کملی میں چھپا دیا اے رسول یہی تو آپ کے ہیں۔ اب اس کو ایسا سمجھو کہ نیکوکار کے پاس تو کچھ اعمالِ صالحہ ہیں، مگر گنہ گاروں کے پاس سوائے رسول کریم کی نظرِ عنایت کے اور کیا ہے؟ سوائے رسولِ اکرم کے کرم کے اور کیا ہے؟ تو کالی کملی کے اندر چھپا دیا گیا ہے ان گنہ گاروں کو اور کہا یہ تمہارے ذنب اور دم چھلے ہیں دیکھو اس کو ایسا سمجھو۔

پتنگ کی دم

ہماری طرف بچے پتنگ اڑاتے ہیں۔ پتنگ کیا ہے ؟ اسے آپ بھی جانتے ہیں اور پہچانتے ہیں، اس لیے کہ جس علاقے سے آپ آئے ہیں۔ وہاں بھی پتنگ اڑائی جاتی ہے۔ اچھا تو پتنگ اڑانے والے کیا کرتے ہو اس کے پیچھے اتنا بڑا ڈوریا کوئی چیز لٹکا دیا کرتے ہیں۔ اس کو دم چھلا کہتے ہیں جس کو پتنگ ہی میں باندھ دیا کرتے ہیں۔ اور پھر اس کو اڑاتے ہیں تو جدھر جدھر پتنگ اڑتی ہے ادھر ادھر وہ پیچھے والا دُم چھلا بھی جاتا ہے۔ وہ بھی پیچھے پیچھے اڑتا ہے، جدھر پتنگ کا رخ ہوتا ہے ادھر اس کو بھی رُخ ہو جاتا ہے حالانکہ تنہا اس دم چھلے کو اڑاؤ تو یوں اڑنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے، مگر اڑانے والے کے دامن کو اس نے تھام لیا ہو تو جیسے جیسے وہ اڑنے والا اڑتا ہے۔ ویسے ویسے پیچھے پیچھے یہ بھی اڑتا ہے مگر سوچو یہ پیچھے پیچھے اڑنے والے پیچھے ہی رہتے ہیں، آگے نہیں جاتے اور نہ برابر ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ پیچھے پیچھے رہتے ہیں اور پیچھے پیچھے ہی اڑتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اگر تمہارے اندر اپنے سے اڑنے کی طاقت نہ ہو تو کم سے کم اڑنے والے کا دامن تو تھام لو جیسے جیسے وہ اڑیں گے ویسے ویسے تم اڑو گے اب ارشاد کا حاصل یہ ہوا کہ اے رسول جو صرف آپ کی نظر کے محتاج ہیں اور آپ کی کالی کی کے سوا ان کا کوئی سہارا نہیں ہے، آپ ان کیلئے دعائے مغفرت فرمائیں اور ان کے علاوہ دوسرے مومنین اور مومنات کیلئے بھی دعا کریں۔

وکیل اور موکل کا رشتہ

ایک دوسرے نکتے کی طرف آپ کے ذہن کو لے جاؤں۔ دیکھو ایک ہوتا ہے وکیل اور ایک ہوتا ہے موکل۔ ہر وکیل اپنے موکل کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ آپ کورٹ میں جا کر دیکھیں جب دو وکیل لڑتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میں ازلی دشمنی ہے یہ اس کی کاٹ کر رہا ہے وہ اس کی کاٹ کر رہا ہے اور ہر وکیل اپنے موکل کے جرم کو اپنا جرم نہ سمجھے تو وکالت میں اخلاص ختم ہو جائے۔ مگر سنو اگر ایک وکیل ہار گیا تو سزا ملتی ہے اس کے موکل کو، وکیل کو سزا نہیں ملتی الغرض وکیل مجرم نہیں ہوتا۔ بلکہ ذمہ دار ہوتا ہے یہ ذمہ داری ہی کا احساس ہے کہ وہ دوسرے کے

جُرم کو اپنا جُرم سمجھ رہا ہے اور یہی سمجھ کر اس کی وکالت کر رہا ہے سوچی یہ میرے رسول کا کرم ہے یہ میرے رسول کی رحمت ہے کہ اُمت کے جرم کو اپنا جرم قرار دے رہے ہیں اس لئے کہ وہ ذمہ دار ہیں، نگہبان ہیں امت کے جُرم کو انہوں نے اپنا جُرم قرار دے کر ان مجرمین کو رحمت کا مستحق بنا دیا ہے ؎

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

حضرتِ ابراہیم اور قومِ لُوط

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو لو۔ سیدنا ابراہیم کی جلالتِ شان سے کون ناواقف ہے؟ میں ایک واقعہ سناؤں؛ رب تبارک وتعالیٰ نے اس واقعے کو قرآن کریم میں نقل کیا ہے ارشاد ہوتا ہے یُجَادِلُنَا فِیْ قَوْمِ لُوْطٍ۔ حضرت ابراہیم نے قومِ لُوط کے بارے میں مجھ سے مجادلہ کیا یُجَادِلُنَا مجادلے کا لفظ ہے۔ حضرت ابراہیم نے عرض ومعروض اور درخواست پیش کرنے میں اتنا مبالغہ فرمایا کہ قرآن کریم نے کہا کہ ابراہیم (علیہ السلام) نے مجھ سے مجادلہ کیا۔ یُجَادِلُنَا فِیْ قَوْمِ لُوْطٍ۔ قومِ لوط کی نجات کے سلسلے میں ابراہیم نے مجھ سے مجادلہ کیا۔ بے پناہ گزارش۔ بے پناہ درخواست بے پناہ عرض ومعروض تو رب نے کیا کہا۔ یَا اِبْرَاهِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا۔ اے ابراہیم اس معاملے سے الگ ہو جاؤ، میں نے ارادہ کر لیا ہے عذاب نازل ہو کے رہے گا الگ ہو جاؤ اس معاملے سے اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا۔ اس سے الگ ہو جاؤ۔ حضرت ابراہیم نے پھر معروضہ پیش کیا اِنَّ فِیْهَا لُوْطًا اے رب جس قوم پر تو عذاب نازل فرما رہا ہے اس میں تیرا نبی لوط بھی ہے۔ رب تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِیْهَا۔ یہ بتانے کی ضرورت نہیں میں جانتا ہوں کہ اس میں کون ہے میں لوط کو بچا لوں گا، مگر قوم پر ضرور عذاب نازل کروں گا۔ دیکھا آپ نے عذاب آنے والا ہے اور نبی عرض ومعروض پیش کر رہا ہے، مگر جو چیز قضائے مبرم بن چکی ہے، وہ ہو کے رہے گی۔ معروضہ پیش کرنے والا ازراہِ رحمت پیش کرے، یہ اس کی رحمت کا تقاضا ہے۔ یہ اس کی

پر چشمِ عنایت کا تقاضا ہے۔ نبی قوم میں موجود ہے، مگر عذاب آ کے رہے گا۔ ایک نبی سفارش پر سفارش کر رہا ہے، مگر عذاب آ کے رہے گا، مگر حبیبِ پاک کی بارگاہ میں کیا معاملہ ہے۔ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ۔ اے محبوب! اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہی نہیں کہ تم ان میں رہو اور وہ عذاب نازل کر دے۔

اے محبوب تمہیں کچھ کہنے کی بھی ضرورت نہیں ہے تمہیں کچھ عرض و معروض پیش کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ تمہیں بہت کافی التجا کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کو تو یہ منظور نہیں کہ تم ان میں رہو اور عذاب آ جائے ؎

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

یہی سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہیں جو بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتے ہیں وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ۔ اے اللہ ہمارے ذکرِ خیر کو آخرین میں قائم رکھ میرے ذکر کو بلند رکھ، میرا ذکر آخرین میں ہوتا رہے یہ دعا کر رہے ہیں اور حبیب کیلئے خوشخبری سنائی جا رہی ہے۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ وہ مانگنے کیلئے گئے اور میں بے مانگے تجھے دے رہا ہوں۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ اے محبوب! ہم نے تیرے ذکر کو بلند کر دیا اور آگے آؤ دیکھو یہ حضرت کلیم جلیل ہیں، وہ بارگاہِ رب میں عرض کرتے ہیں۔ وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ۔ یعنی اے رب! میں اپنے سینے میں کچھ تنگی محسوس کرتا ہوں اور میری زبان میں لکنت ہے۔ تو حضرت ہارون کو میرا شریکِ کار کر دے نیز دعا فرماتے ہیں: رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ۔ اے رب میرے سینے کو کھول دے، میرے معاملے کو آسان کر دے۔ دُعا کرنیوالا دُعا کر رہا ہے، مگر رسول سے کیا کہا تھا۔ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ۔ اے محبوب! وہاں تو مانگ کر کے سینہ کھلوایا ہم نے تو بے مانگے تمہارا سینہ کھول دیا۔ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ اے محبوب! کیا ہم نے

تیرے سینے کو نہیں کھول دیا۔ ذرا غور تو کرو۔ ذرا سوچو۔ وہاں عرض و معروض پیش کر کے کوئی اپنا مقصد حاصل کر رہا ہے اور یہاں خاموش ہونے والا خاموش ہے اور رحمتیں ہیں کہ برستی ہی چلی جا رہی ہیں ؎

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں

خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

حضرت کلیم اور فرعون

اور آگے آؤ اور دیکھو کہ جب حضرت کلیم کو فرعون کے دربار میں بھیجا جانے لگا۔ تو انہوں نے ایک بات کہی تھی، اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَا اَوْ اَنْ یَّطْغٰی۔ ہمیں اس بات کا ڈر ہے۔ ہمیں اس بات کا خوف ہے کہ کہیں ہم پر فرعون زیادتی نہ کرے کہیں وہ ہمارے ساتھ سرکشی نہ کرے جب اپنے خوف کا حضرت کلیم نے اظہار کیا تھا، تو رب تبارک و تعالیٰ نے اطمینان دیا تھا؛ لَا تَخَافَا اِنَّنِیْ مَعَکُمَا اَسْمَعُ وَ اَرٰی - اے کلیم جاؤ ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم سن رہے ہیں اور دیکھ رہے ہیں۔ الغرض انہوں نے اپنے خوف کا اظہار کیا اور پھر تسلی ہو گئی مگر تم مجھے یہ بتاؤ کہ جب رسول سے کہا گیا تھا۔ وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ۔ اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ۔ جب رسول سے کہا گیا تھا بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ۔ جو پیغام تم پر اتر رہا ہے سب کو پہنچاؤ۔ تو کیا رسول نے عرض کیا تھا کہ اے الٰہ العالمین! حضرت کلیم کو تو ایک ہی فرعون سے سابقہ تھا، مجھے نہ جانے کتنے فرعونوں سے سابقہ ہے کتنی فرعونیت رکھنے والوں سے مقابلہ ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ مجھ پر زیادتی نہ کریں؟ نہیں حضور نے ایسا نہیں عرض کیا، بلکہ حکم ملا اور آپ نکل پڑے، مگر چاہنے والوں کا انداز اور ہے رسول نے کبھی بھی یہ حکم نہیں دیا تھا۔ مگر کچھ چاہنے والے رسول کے ساتھ ہر وقت رہتے تھے کہ کہیں کوئی رسول کو ایذا نہ پہنچائے، اذیت نہ دے۔ ایسا کہ جیسے باڈی گارڈ ہوا کرتے ہیں وہ اپنی محبت سے، اپنی طبیعت سے آپ کے ساتھ رہا کرتے تھے، مگر رب تبارک و تعالیٰ کو یہ پسند

نہیں تھا کہ کوئی یہ کہہ سکے کہ رسول اپنے دوستوں کے سہارے پروان چڑھ رہے ہیں

سرکارِ دوعالم اور چچا

سنو جی! یہ پروان چڑھنے والا اپنی ماں کی آغوش میں پروان چڑھتا ہے۔ باپ کی شفقتوں کے سائے میں پروان چڑھتا ہے۔ دادا کی مہربانیوں کے سہارے پروان چڑھتا ہے۔ مگر تم نے نہیں دیکھا کہ یہ وہ رسول ہے کہ جب اس نے آنکھ کھولی تو باپ کا سایہ اٹھ چکا تھا۔ یہ وہ رسول ہے کہ ماں نے بھی زیادہ ساتھ نہ دیا۔ اور ساتھ دینے والا چچا ایک مرتبہ بول پڑا تھا اے بھتیجے اب مجھ پر زیادہ بوجھ نہ ڈالو۔ یہ کفارِ قریش آئے تھے۔ مصالحت کی کچھ صورتیں لے کے آئے تھے۔ مان جاؤ۔ مجھ پر زیادہ بوجھ نہ ڈالو۔ اس وقت میرے رسول نے کیا کہا تھا کہ اگر یہ ایک ہاتھ میں سورج لاکر رکھ دیں اور ایک ہاتھ میں چاند لاکر رکھ دیں تب بھی میں اپنے مشن سے باز نہیں آسکتا۔ اے ساتھ دینے والے چچا یہ ارادے آپ کے مضمحل کیوں ہو گئے آپ کا بازو شل کیوں ہو گیا؟ آپ نے تو مصیبت اختیار کرنے میں بھتیجے کا ہر وقت ساتھ دیا تھا یہ کیا معاملہ تھا؟ نہیں ضرورت تھی کہ چچا کے ارادے مضمحل ہو جائیں۔ ضرورت تھی کہ چچا کا بازو شل ہو جائے ضرورت تھی کہ چچا کے ارادے ٹوٹ جائیں تاکہ دنیا یہ سمجھ لے کہ یہ وہ رسول ہیں جو چچا کے سہارے نہیں پروان چڑھ رہے ہیں، بلکہ خدا کے سہارے پروان چڑھ رہا ہے۔ جانتے ہو کافروں نے کیا شرط رکھی تھی؟ کافروں نے یہ شرط نہیں رکھی تھی کہ اے رسول! تم اپنا دین بدل دو، بلکہ ان کا کہنا تھا کہ تم جس چیز کو مانتے ہو مانو۔ جس دین کو مانتے ہو مانو، جس لائن پہ چلتے ہو چلو۔ بس اتنی بات سن لو کہ ہمارے معبودوں کو برا نہ کہو اور اگر اتنا مان لیتے ہو تو تمہاری سرداری بھی ہم قبول کر لیں گے تو ساری دنیا کی دولت تمہارے سامنے ڈھیر کر دیں۔ یہ کر دیں وہ کر دیں۔ اتنا مان لو کہ ہمارے معبودوں کو برا نہ کہو رسول نے کہا نہیں یہ ہم نہیں مان سکتے اس لیے کہ تم چاہتے ہو کہ نفی ثابت ہو جائے نہ تو ہم کلمہ کیسے پڑھیں گے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے۔ تو پہلے انکار ہے پھر اثبات ہے۔ لہذا ایسا نہیں ہو سکتا کہ باغبان بھی خوش رہے راضی رہے صیاد بھی

کیا مولوی بہک سکتا ہے؟

آج بھی کچھ لوگ ایسا مطالبہ کرتے ہیں کہ رسول کی گستاخی کرنے والے مولوی ہیں ان کو برا نہ کہو اس موقع پر میں اتنی بات کہے بغیر نہ رہوں گا۔ لوگ کہیں گے ارے صاحب بتاؤ؟ جب علم ان کے پاس تھا، تو وہ ایسی بات کہہ سکتے ہیں؟ رات و دن عبادت کرنے والے کہیں ایسی بات کہہ سکتے ہیں۔ کوئی تم سے یہ سوال کرے تو کہو جی "ہاں کہہ سکتے ہیں۔ دیکھو یہ شیطان جاہل نہیں تھا یہ بھی علم والا تھا اور اس کی عبادت کو بھی تم شمار نہیں کر سکتے بے شمار عبادت والا، مگر اس کے باوجود شیطان نے بہک کر بتا دیا کہ علم والے بھی بہکتے ہیں۔ شیطان نے بتا دیا کہ عبادت والے بھی بہکتے ہیں۔ شیطان نے بتا دیا کہ ہم فرشتوں کو سبق دے رہے تھے تو جب فرشتوں کو سبق دینے والا بہک سکتا ہے، تو دو چار بچوں کو سبق دینے والا اگر بہک جائے تو تعجب نہیں ہے۔

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

اسلام کی حفاظت

تو رب نے رسول کیلئے کیا کہا۔ الغرض رب کریم کو اپنے رسول کے ارد گرد صحابہ کی حفاظتی تدبیر پسند آئی تو اس نے ارشاد فرمایا کہ اے محبوب: وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ: اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچائے گا یعنی یہ باڈی گارڈ رکھنے کی ضرورت نہیں اپنے چاہنے والوں کو سمجھا دو کہ تمہیں آگے پیچھے رہنے کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ بچائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جب بچانا شروع کیا، تو ایسا بچایا کہ آج تک بچا رہا ہے یہاں میں ایک نکتے کی طرف آپ کے ذہن کو لے جاؤں گا آج تک بچا رہا ہے دیکھو! کسی بھی نبی کی زندگی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ان کی حیاتِ جسمانی۔ زندگی کا لفظ ہے جو آپ سمجھتے ہیں وہی اور ایک ہے اس کے پیغام کی زندگی تو دیکھو حضرت عیسیٰ حضرت موسیٰ حضرت ابراہیم علیہم السلام یہ اپنے حیاتِ جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں، مگر ان کا پیغام آج موجود نہیں۔ ہماری شریعت نے جتنا بتا دیا، اس سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔

دیکھا آپ نے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وہ زندگی جو ان کے جسم سے متعلق ہے وہ تو ہے مگر پیغام کی زندگی ختم ہوگئی، مگر میرے رسول کو خدا تعالیٰ نے بچایا اور میرے رسول کو ایسا بچایا کہ وہ تو خیر حیاتِ جسمانی کے ساتھ ہی ہیں، ان کے پیغام کو بھی پہنچایا۔ ہمیشہ رسول کے اسلام پہ حملے ہوتے رہے ہمیشہ رسول کے اسلام کو مٹانے کی کوششیں ہوتی رہیں، مگر میرے خدا نے بچایا اور آج تک بچا رہا ہے۔ دیکھو کبھی کوئی انکارِ زکوٰۃ کر رہا ہے۔ آگے چلو خارجیت وقادیانیت کا وبال آیا آگے چلو باطنیوں اور معتزلہ کا طوفان آیا۔ رسول کے اسلام کو مٹانے کیلئے کیسی کیسی سازشیں ہوتی۔ ہیں مگر رب تعالیٰ بچاتا رہا اور اسلام بچتا رہا۔ خدا تعالیٰ نے بچانے کا عہد کر لیا ہے۔ اے رسول! تیرا پیغام ہم پہنچائیں گے۔ تیرے قرآن کی حفاظت ہم کریں گے۔ آج بھی دوستو! وہی دور ہے کہ مختلف جماعتیں رسول کے پیغام کی صورت کو مٹانا چاہتی ہیں اور کچھ بیوقوفوں نے ایک نبی بنا کے کھڑا کر دیا ہے۔ فرضی نبی بنا کے کھڑا کر دیا ہے۔ رسول کی شریعت کو مٹانے کے لئے۔ رسول کے اسلام کی صورت کو بدلنے کیلئے۔ مگر سنو یاد رکھو رسول کے اسلام کو بچانے کی ذمہ داری ہمارے تمہارے سر پر نہیں ہے۔ رسول کے اسلام کو بچانے کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے ذاتِ کرم میں رکھی ہے۔ اگر آج تم رسول کے مخالف کے مقابلے میں نہیں کھڑے ہوگئے تو خدا دوسری قوم پیدا کرے گا جو مخالفت کریگی۔ اگر تم رسول کے دشمنوں کا ساتھ دوگے تو خدا دوسری قوم پیدا کرے گا جو رسول کے اسلام کو سر بلند کرے گی۔ دیکھو ہر دور میں اسلام کو جب مٹانے کی کوشش کی گئی تو کبھی حسین ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے، تو کبھی امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے کبھی امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے ہر دور میں دین کی حفاظت کے لئے پیدا ہونے والا پیدا ہوتا رہا تم چاہے رسول کے دین کا ساتھ دو یا نہ دو، مگر خدا بچائے گا ہم تم سے یہ کہتے ہیں کہ تم آگے بڑھو تاکہ یہ سعادت تمہیں بھی مل جائے ؎

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

حضرت عیسیٰ سے سوال

اور آگے آؤ، دیکھو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا جائے گا قیامت میں۔ کیا کیا جائے گا؛

الفاظ پر غور کرو یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَ اُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔

اے عیسیٰ ابن مریم کیا تو نے کہا تھا، لوگوں سے کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنالو

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نہیں کہا تھا، مگر سوال کتنا پُر جلال ہے تفسیر معالم کے اندر ہے کہ اس سوال کو سن کر حضرت عیسیٰ کے جسم مبارک کے ہر بال کی جڑ سے خون کے فوارے جاری ہو جائیں گے یہ جلال ہے پھر حضرت عیسیٰ اپنا معروضہ پیش کریں گے۔ رب تبارک و تعالیٰ اس کی تصدیق فرمائے گا۔

مگر میں ایک بات بتاؤں۔ ایک مرتبہ بہانہ بنا کر کچھ لوگوں نے ایک جنگ میں ایک غزوہ میں شریک نہ ہونے کی اجازت رسول سے لی تھی۔ اس پر رسول سے بھی سوال ہوا تھا۔ مگر سوال کا انداز دیکھو۔ حضرت عیسیٰ جنہوں نے قوم سے نہیں کہا تھا۔ ان سے سوال ہوتا ہے کس قدر پر جلال انداز سے۔ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَ اُمِّیَ اِلٰهَیْنِ

اور رسول سے سوال ہوا۔ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ۔ اللہ تمہیں معاف کرے کیوں حکم دے دیا۔ دیکھا آپ نے محبت کا کلمہ پہلے رکھ دیا۔ سوال بعد میں کیا ہے

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

یہی سیدنا عیسیٰ ہیں، انہیں بھی اپنے مددگاروں کی ضرورت ہوئی تھی تو انہوں نے کیا کہا تھا

مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَى اللّٰهِ۔ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَى اللّٰهِ۔ کون ہے جو میرا مددگار رہے

قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ۔ ہم ہیں اللہ کے دین میں مددگار۔

ذرا غور کرو اپنے مددگار کو حضرت عیسیٰ بلا رہے ہیں یہ خدا کو بلا رہے ہیں کہ غیر خدا کو؟ ظاہر ہے کہ حواریین غیر خدا ہی تو تھے۔ معلوم ہوا کہ غیر خدا کو مدد کیلئے بلانا حضرت عیسیٰ کی سنت ہوئی۔ اب اگر کوئی اس کو شرک کہہ دے تو فتویٰ یہاں سے پہلے ادھر لگے گا۔

تو حضرت عیسیٰ نے اپنے مددگار کو خود آواز دی اور رسول کیلئے کہا گیا؟ انبیاء سے یہ نہیں کہا گیا تھا کہ دیکھو وہ جب بلائیں تب جانا، بلکہ یہ فرمایا گیا کہ جب میرا حبیب تمہارے زمانے میں آئے تو لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ۔ ان پر ایمان ضرور لانا اور ان کی مدد ضرور کرنا۔ یہ انتظار مت کرنا کہ وہ بلائیں تو جاؤ۔ بلانے کا انتظار نہ کرنا۔ بغیر بلائے ایمان و نصرت کیلئے حاضرِ دربار ہونا ہے

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

حضرت مریم و حضرت عائشہ کی پاکی کی گواہی

آخر میں چلتے چلتے آپکی توجہ ایک خاص بات کی طرف لے جانا چاہتا ہوں۔ بتاؤ حضرت مریم پر تہمت لگی؟ یہ واقعہ اکثر بیان کیا جاتا ہے اس لئے میں ادھر ٹھہر کر اطمینان سے آپ کی خاص توجہ چاہوں گا۔ اچھا تو حضرت مریم پر تہمت لگی۔ پاکی کی گواہی کس نے دی؟ حضرت عیسیٰ نے ایام شیر خوارگی میں۔ حضرت یوسف پر تہمت لگی پاکی کی گواہی کس نے دی؟ وہ بھی شیر خوار بچے نے۔ رب کتنا بڑا قادر مطلق ہے کہ پاکی کی گواہی وہ شیر خوار بچوں سے دلا رہا ہے اور آگے آؤ دیکھو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بھی تہمت لگی، سوچی۔ اگر میرا رب چاہتا تو شیر خوار بچے پاکی کی گواہی دیتے۔ اگر میرا رب چاہتا تو مکے کی کنکریاں پاکی کی گواہی دیتیں۔ اگر میرا رب چاہتا تو درخت کے پتے پاکی کی گواہی دیتے۔ اگر میرا رب چاہتا تو دریا کے قطرے پاکی کی گواہی دیتے اگر میرا رب چاہتا تو فلک کے تارے پاکی کی گواہی دیتے، مگر میرے خدا نے فیصلہ عجیب فرمایا اے محبوب! یہاں کا معاملہ عجیب ہے، وہاں بچوں نے گواہی دی تھی مگر یہاں تو انتظام یہ ہے کہ سب کو حکم مل چکا کہ اے ستارو خاموش رہو۔ اے ذرّو خاموش رہو اے دریا کے قطرو خاموش رہو اے پتھرو خاموش رہو اے سنگریزو خاموش رہو اے درخت کے پتّو خاموش رہو اور اے میرے محبوب تم بھی خاموش رہو۔ یہ تمہاری زوجہ محترمہ کی بات ہے میں گواہی دوں گا میں بچوں سے گواہی نہیں دلواؤں گا، بلکہ دنیا کی کسی بھی چیز سے گواہی نہیں دلواؤں گا۔ لہٰذا اے محبوب حکمت یہی ہے تم بھی خاموش

رہو میں گواہی دوں گا۔ واقعی بڑا اچھا ہو گیا کہ رب تبارک و تعالیٰ نے گواہی دی، ورنہ اگر رسولِ کریم گواہی دیتے اور بات رسول کی گواہی تک ہوتی تو وہ رسول جو کہتے وہ حدیث بنتی اور حبیب حدیث یہاں تک پہنچتی تو نہ جانے راویوں کا کیا کیا حال ہوتا۔ اور دشمنِ رسول حضرتِ عائشہ کی شانِ عظمت کے اوپر نہ جانے کیسے کیسے داغ لگاتا۔ حدیث میں جرح کرتا۔ راویوں سے ٹکراتا۔ متن سے الجھتا۔ کیا کرتا معلوم نہیں۔ لہٰذا اہتمام یہ فرمایا گیا کہ اے محبوب! تم نہ بولو! تم بولو گے تو حدیث بنے گی۔ میں گواہی دوں گا تو وہ قرآن کا جزو ہو گی۔ اب یہ قرآن ہے، لہٰذا اب جو پاکی پر ایمان نہ لائے اس کا کفر اظہر من الشمس ہے۔

بیوقوف لوگ یہ سوچتے ہیں کہ رسول کو اگر معلوم ہوتا تو کیوں نہ بول دیتے، پاکی کی گواہی خود ہی دے دیتے؛ معلوم ہوتا ہے کہ رسول کو خبر نہیں تھی۔ ارے نادانو! رسول کو معلوم ہے جبھی تو خاموش ہیں کہ ادھر سے آیت آنیوالی ہے میں کیوں بولوں ؎

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

اگر خموش رہوں میں تو تو ہی سب کچھ ہے ؎ جو کچھ کہا تو تیرا حسن ہو گیا محدود

حضور پر صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کیلئے ادب سے کھڑے ہو جائیے۔